

نعت، منقبت و غزل کا حسین مجموعہ کلام

جمالِ خلیل

خلیل ملتِ خلیل العلماء، مفتی اعظم پاکستان
الحاج مفتی محمد خلیل خاں خلیل برکاتی
قادرِ نوری المارہروی

مرتب :

عالمی مبلغ، مفتی اعظم اہلسنت، محمد العلماء، فخرِ رضویت
الحاج مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی مدظلہ
شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

بہ تعاون : مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں، حیدرآباد

زاویہ

زاویہ پبلشرز

ڈیرہ مارکیٹ، لاہور

owaisology



owaisology

نعت، منقبت و غزل کا حسین مجموعہ کلام

جمالِ خلیل

خلیل بلت خلیل العلماء، مفتی اعظم پاکستان

الحاج مفتی محمد خلیل خاں خلیل برکاتی

قادر نوری المارہروی

مرتب :

عالمی مبلغ، مفتی اعظم اہلسنت، محمد العلماء، فخر رضویت

الحاج مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی مدظلہ

شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم، حسن البرکات، حیدرآباد

بہ تعاون : مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں، حیدرآباد

زاویہ پبلشرز

C-8 دربار مارکیٹ - لاہور

Ph: 042-37248657- 37112954

Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466

Email: zaviapublishers@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2013ء

باراول.....1100

ہدیہ.....

زیر اہتمام.....نجات علی تارڑ

﴿ لیگل ایڈوائزرز ﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ ملنے کے پتے ﴾

راولپنڈی کے سول ڈسٹری بیوٹر

اسلامک بک کارپوریشن

فضل داد پلازہ - اقبال روڈ - کھنٹی چوک - راولپنڈی 051-5536111

021-32212167

سلام بک شاپ، مین ایم ایے جناح روڈ، کراچی

021-32744994

مکتبہ رحیمیہ، اردو بازار، کراچی

021-34219324

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی

022-2780547

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد

021-32216464

مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی

042-37239201

ملت پبلی کیشنز، دوکان نمبر 5، مکہ سینٹر، اردو بازار لاہور

0321-7387299

نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان

0313-8461000

کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان

0301-7241723

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف

0321-7083119

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ

0333-7413467

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد

0321-3025510

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد

055-4237699

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

جمال خلیل	نام دیوان:
مفتی محمد خلیل خاں خلیل مارہروی	شاعر:
نعت، منقبت، غزل وغیرہا	موضوع:
مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی	مرتب:
مفتی محمد حماد رضا خاں برکاتی نوری الیمینی	معاون ترتیب:
سید آل رسول حسین میاں برکاتی نوری	تعریض:
ڈاکٹر محمد مسعود احمد	تقدیم:
افتخار احمد انجم ایم۔ اے	محرک:
صاحبزادہ قاری محمد جواد رضا برکاتی الشامی	نگراں طباعت:
محمد حسان رضا خاں برکاتی، محمد نعمان رضا خاں برکاتی	معاون نگراں:
مولانا محمد میاں نوری	موید:
حافظ سید عطاء بخاری برکاتی	کمپوزنگ:
160	صفحات:
1100	تعداد:
محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / جون ۱۹۹۵ء	بار اول:
ربیع النور شریف ۱۴۳۲ھ / جنوری ۲۰۱۳ء	بار دوم:
نجابت علی تارڑ	زیر اہتمام:
زاویہ پبلشرز، لاہور	ناشر:
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شعبہ تبلیغ و اشاعت، دارالعلوم احسن البرکات، شارع	بہ تعاون:
مفتی محمد خلیل خاں برکاتی، حیدرآباد	

آئینہ جمالِ خلیل

صفحہ	مشمولات
11	انتساب: بخد مت حضرت خاتم الاکابر رضی اللہ عنہ
12	عرض مرتب: فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید
16	مجھے کچھ کہنا ہے: حضرت سید آل رسول حسین میاں قادری زید مجدہم
23	تقدیم: جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی
44	حصہ نعت
111	مناقب
135	غزلیات
159	قطعات

آئینہ جمالِ خلیل

شمار	عنوان	مصرعہ اولیٰ	صفحہ نمبر
۱	یارب	تو ہی ذوقِ اقدار ہے یارب	41

حصہ نعت

۲	تہنیت ہر تشریف آوری حضور	مبارک ہو نبی الانبیاء تشریف لے آئے	44
۳	شافعِ محشر	کس منہ سے شکر کیجئے پروردگار کا	47
۴	شائے حضور	کہتے ہیں جس کو عارضِ تاباں حضور کا	48
۵	سلام شوق	سلام شوق نسیم بہار کہہ دینا	49
۶	عطائے رسول	تکیں گی حسرتیں حیرت سے منہ ہم نامہ سزاؤں کا	52
۷	رازِ ہُویت	عیاں ہے جسمِ انور سے دو طرفہ حسنِ فطرت کا	54
۸	روئے قرآن	جا کے لا اے شوقِ بے پایاں قلمدانِ حبیب	56
۹	رحمتِ حق	پانی پانی جو ششِ عصیاں ہے سائل کے قریب	58
۱۰	جذبہ صادق	کوئی جا کر یہ کہہ دے روضہِ محبوبِ بحال پر	60
۱۱	شانِ حضور	دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور	61
۱۲	جھوم جھوم کر	چھیروں جو ذکرِ شاہِ زماں جھوم جھوم کر	63
۱۳	یارِ رسول	کھینچتا ہے دل کو پھر شوقِ گلستانِ رسول	65
۱۴	حرمِ مصطفیٰ	خلد میں لاؤں کہاں سے تجھے گلزارِ حرم	67

آئینہ جمالِ خلیل

شمار	عنوان	مصرعہ اولیٰ	صفحہ
۱۵	باغِ مدینہ	نہ کیوں و انجم برب گل کھلیں گلزارِ امکاں میں	69
۱۶	دربارِ معالی	الہی روضہ خیر البشر پر میں اگر جاؤں	71
۱۷	آرزوئے مدینہ	آتشِ فرقتِ حضرت کو بجھاتے جائیں	73
۱۸	صبحِ مدینہ	کچھ حقیقت بھی بتا جلوۂ جاناں ہم کو	74
۱۹	بہارِ طیبہ	جوشِ وحشت نے کیا بادیہ پیمائے مجھ کو	76
۲۰	خندیدہ خندیدہ	کھنچا جاتا ہے دل سوئے حرم پوشیدہ پوشیدہ	78
۲۱	اغثنیٰ یا رسول اللہ	زسرتا پا خطا کارم اغثنیٰ یا رسول اللہ	80
۲۲	آپا کے سامنے	آتی ہے بادِ صبح جو سرور کے سامنے	82
۲۳	دامنِ مصطفیٰ	یہ حسرت ہے تمنائیں کے لیٹوں	83
۲۴	امیدوارِ رسول	آغوش میں رحمت کی پہنچوں	85
۲۵	شوقِ دید	تسلیٰ دلِ ناشاد فرمائی نہیں جاتی	87
۲۶	دردِ عشق	اے جذبہٴ محبت کچھ جذبِ دل دکھادئے	88
۲۷	دربارِ رسول	غازۂ دینِ غبارِ رہ جاناں ہو جائے	90
۲۸	شفیعِ امت	فراقِ مصطفیٰ میں جان و دل کی غیر حالت ہے	91
۲۹	آستانِ نبی	درِ پاکِ مصطفیٰ پر اگر ہم بھی آتے جاتے	93
۳۰	نعتِ نبی	شرابِ خلد کی اے دوست گفتگو کیا ہے	94

آئینہ جمالِ خلیل

صفحہ نمبر	مصرعہ اولی	عنوان	شمار
95	حیرت میں غرق جلوۂ شام و سحر رہے	طیبہ کا چاند	۳۱
96	سنگِ درجاناں ہے اور ناصیہ فرسائی	شہ کوثر	۳۲
98	کچھ اوجِ بارگاہِ مدینہ کروں رقم	قصیدہ مدینہ	۳۳
103	اے کہ ذاتِ تو تجلی گاہِ نور ایزدی	عرض احوال واقعی	۳۴

قطعاتِ نعتیہ

107	یہ مانا میرے عصیاں کی نہیں ہے کوئی حد شاہا	دیوان شفاعت	۳۵
107	دنیاے رنگ و بو میں جلوہ طراز ہو جا	سرکاری گلی	۳۶
108	اتنا تو مرے سرورِ تقریب کا ساماں ہو	دامانِ مصطفیٰ	۳۷
108	بھروسہ ہے ہمیں خلیل تو شافعِ محشر کی رحمت کا	توبہ توبہ	۳۸
109	تڑپ رہا ہے خلیل اس قلق میں طائرِ روح	تمنا	۳۹
109	اس دل لگی میں کام مرا بن گیا خلیل	حاضری طیبہ	۴۰
110	شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام	صلوٰۃ و سلام	۴۱

مناقب

112	تعالیٰ اللہ یہ ہے اوجِ مقامِ احمد نوری	احمد نوری	۴۲
114	وہ جامِ دے ہو جس میں زلالِ ابوالحسن	مقالِ ابوالحسن	۴۳
115	اللہ اللہ تو بہارِ عظمتِ احمد رضا	مدحت رضا	۴۴

آئینہ جمال خلیل

صفحہ نمبر	مصرعہ اولی	عنوان	شمار
117	جلوۂ قدرتِ خدا ہے رضا	حق نما ہے رضا	۴۵
119	اللہ اللہ کس قدر ہے عز و شانِ قاسمی	گلستانِ قاسمی	۴۶
121	تجلی حق شمع عرفانِ قاسم	نذر عقیدت	۴۷
122	عبیاں حالتِ دل کروں توبہ توبہ	مرشد برحق	۴۸
123	آنکھوں میں ضو جمال محمد میاں کی ہے	جمال محمد میاں	۴۹
124	صبا! دھوم کیسی یہ گھر گھر مچی ہے	چادر	۵۰
128	در شاہِ قاسم پہ آئی ہے گاگر	گاگر	۵۱
131	چھائیں رحمت کی گھٹائیں میں وہ سہرا کہدوں	کیاں میں سہرا کہدوں	۵۲
132	اللہ غنی کیا خوب ہے یہ	جشن شادیِ راحت	۵۳

غزلیات

136	پیام مرگ ہو انا زِ دوستاں نہ ہوا	نگاہِ ستمگراں	۵۴
137	آتے ہیں مجھے یاد پھر ایامِ محبت	جامِ محبت	۵۵
139	دل کا کنول بہار نہ لایا ترے بغیر	ثرے بغیر	۵۶
140	بھلا دیں اگر تم نے میری وفا نہیں	زاہدانہ ادائیں	۵۷
142	جو ہم غریبوں کو ناحق ستائے جاتے ہیں	ہم ہی چلے جاتے ہیں	۵۸
144	اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں	دل کی لگی	۵۹

آئینہ جمالِ خلیل

صفحہ نمبر	مصرعہ اولیٰ	عنوان	شمار
146	بکھی سر کو دھن رہا ہوں، کبھی ہاتھ مل رہا ہوں	غم بے بدل	۶۰
147	آنکھ میری جو ڈبڈباتی ہے	شمعِ امید	۶۱
149	آج جو ناز سے اٹھلاتی ہوئی آتی ہے	آتشِ شوق	۶۲
151	نگہت نہ تیری زلف کی گر چار سو گئی	جستجو	۶۳
152	ہر نفس کو ہم پیامِ آخری سمجھا کئے	رازِ زندگی	۶۴
153	یا تو یہ ہو کہ تاب رہے دید کی مجھے	آرزوئے دید	۶۵
155	میرے جذبِ عشق کی ادنیٰ سی یہ تاثیر ہے	شعلہٴ عشق	۶۶
157	ہچکیوں کا شمار ہے یعنی	عشق بے اختیار	۶۷

قطعاتِ غزلیہ

159	جب عشق کا سودا مول لیا	دلِ خلیل	۶۸
159	انقلابِ دہر کی تصویر کیا	شوردارِ و گیر	۶۹
159	دو چار خطاؤں کو خاطر میں نہ لانا تھا	وفا و خطا	۷۰
160	بیتاب ہے دل بے چین جگر	عشق	۷۱
160	ہر لمحہ سکونِ دل ہو جہاں	الوداع	۷۲

انتساب

امام سلسلہ برکاتیہ، سلطان العاشقین قطب عالم، صاحب البرکات
حضرت سیدنا السید الشاہ برکت اللہ ^{عشقی} مارہروی قدس العزیزہ
(۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ - شب عاشورہ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ / ۱۷۲۹ء)

owaisology

کے نام!

جن کی نسبت سے
جمالِ خلیل اور نکھر گیا!

مرتب:

احمد میاں حافظ البرکاتی

عرض مرتب

خلیل العلماء والاولیاء، خلیل ملت و دین، مفتی اعظم پاکستان، سردار
بزم علم و حکمت، استاذ الاساتذہ، استاذ القضاة، ماہر قانون وراثت، حامل رشد و
ہدایت، ناشر احکام شریعت، واقف اسرار طریقت، سالک راہ حقیقت، عارف
سبیل معرفت، زینت مسند اکابر شریعت و طریقت، عاشق محبوب جلیل، واقف علم
و حکمت خلیل، خلیل جلیل، صاحب سیرت جمیل، شیخ الحدیث و التفسیر مفتی زماں
حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری نور اللہ مرقدہ، و
دامت فیوضہ،

کا شمار ان شعراء میں ہے..... جو بیک وقت..... محدث.....
مفسر..... مناظر..... مفتی..... مدرس..... مصنف..... مترجم..... منظم..... فقیہ.....
واعظ..... ہیں اور اس کے باوجود..... سادگی کے حامل ہیں.....
یہی وجہ ہے کہ آپ کا شوق شاعری و کمال شاعری اب تک بہت
سے پردوں میں چھپا رہا..... اور جلوہ عام نہ کر سکا.....

فقیر قادری عرصہ سے اس کوشش میں لگا رہا کہ حضرت کا تمام کلام
منظر عام پر آئے، لیکن حالات کی کشاکش کی وجہ سے تاخیر ہوتی چلی گئی۔ حضرت

کالمی کام اب بھی فتاویٰ کی صورت میں اتنا بکھرا ہوا ہے کہ اسے سمیٹتے سمیٹتے زندگی کے لڑکپن سے دو پہر ہو گئی۔ اب سہ پہر قریب اور شام ڈھلنے کو ہے۔ بلاوے کا کچھ پتہ نہیں کب آ جائے۔ ایسے میں جو کام ہو جائے وہ کم ہے۔ آپ کے بہت سے فضائل و مناقب اور حالات و سوانح پر مشتمل ایک جامع کتاب ”عرفان خلیل“ بھی زیر ترتیب ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ آپ کے فتاویٰ کی ترتیب و طباعت کا بارگراں بھی اٹھانا ہے۔

فی الوقت قارئین کرام حضرت کی زندگی کا یہ چھپا رخ دیکھیں اور مستفیض ہوں اور حضرت کے لئے بلندی درجات کی دعا کے ساتھ ساتھ فقیر کے حسن خاتمہ کی دعا بھی فرمائیں۔

حضرت خلیل مارہروی رحمۃ اللہ کا ایک دیوان دوران ہجرت، راستہ میں ضائع ہو گیا۔ اس میں کچھ کلام، ہندوستان کے بعض جرائد و اخبارات کی ترنیت بنا ہے، تلاش بسیار کے باوجود، اس میں سے بہت سا کلام حاصل نہ ہو سکا، اس لئے جمال خلیل میں شائع نہ ہو سکا۔ اگرچہ فن شاعری میں حضرت نے قاعدہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہ کیا۔ تاہم آپ کے کلام کا اکثر حصہ مرشد کرامی حضرت شاہ اولاد رسول سید محمد میاں قادری قدس سرہ العزیز نے سنا ہے۔

جمال خلیل کی ترتیب میں اگر ایک طرف افتخار انجم ایم۔ اے نے سرپور محنت کی جو خود بھی ایک عمدہ شاعر ہیں اور حضرت کے داماد ہیں تو

دوسری جانب برخوردار حافظ محمد حماد رضا خاں برکاتی سلمہ، اور برادرِ مولا نا محمد
میاں نوری سلیم اللہ نے بھی خوب خوب محنت کی ہے اللہ کریم ان سب کی محنت
قبول فرمائے۔ آمین

فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہ

خلف اکبر حضرت خلیل رحمۃ اللہ علیہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ

۱۰ فروری ۱۹۹۵ء جمعۃ المبارک



۷۸۶

۹۲

کالنیہ، ساقتا کروڑ بمبئی ۲۹
۱۳ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

برادر بجاں برابر

مفتی احمد میاں سلمہ، سلام مسنون و ادعیہ عافیت دارین۔ آپ کی
فرمائش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی، یہ میری تقصیر ہے، مصروفیات بہت تھیں اس
لئے قلم نہ اٹھا سکا۔ جسۃً جسۃً مضمون پورا کیا۔ امید ہے پسند آئے گا۔ رسید سے مطلع
کریں۔

گھر میں سب کو تحیات سلام مسنون۔

آپ کا بڑا بھائی

سید آل رسول

تعریف

مجھے کچھ کہنا ہے

از: جناب سید آل رسول صاحب نظمی مارہروی مدظلہ

میں نے انہیں دیکھا بھی ہے اور برتا بھی۔ دیکھا بھی ہوش میں اور برتا بھی ہوش میں۔ میں ان دنوں مارہرہ مطہرہ میں ہی زیر تعلیم تھا۔ وہ اپنے مرشد حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ کے عرس میں شرکت کرنے تشریف لائے تھے۔ عرس میں آنے والے چند ہی علمائے کرام ایسے ہوتے تھے جن سے خانقاہ کے بچے مانوس تھے۔ ایک مولانا عبید اللہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اور دوسرے حضور خلیل العلماء محمد خلیل خاں صاحب برکاتی قدس سرہ العزیز۔ میں اس وقت موخر الذکر کی ہی یاد کی خوشبو سے اپنی روح میں تازگی بھر رہا ہوں۔ کھرے پٹھان ہونے کے باوجود ان کی مسکراہٹ ایسی دلنواز تھی کہ سامنے والے کو مسحور کر دیتی تھی۔ وہ خلیل جلیل ہونے کے ساتھ ساتھ سراپا جمیل بھی تھے۔ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو ہر طرف نور و نکہت کی بارش ہونے لگتی۔ علم کا سمندر تھے۔ دیکھا تو نہیں مگر سنا ہے کہ خانقاہ میں رہتے اور میرے عم محترم حضور احسن العلماء سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کو درس دیا کرتے تھے۔ البتہ یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ ان سے خصوصی محبت سے پیش آتے تھے۔ مرشد کے آستانے کا رنگ ان پر

اس قدر غالب تھا کہ پہلی ہی نظر میں ہر کوئی ان کی برکاتیت بلکہ مارہر ویت کا قائل ہو جاتا تھا زبان میں جادو، قلم میں تاثیر، شخصیت میں ہر دلعزیزی کے اوصاف، خلیل العلماء علیہ الرحمۃ ہمیشہ آستانہ برکات کی آبرو بنے رہے۔ برسوں بعد وہ پھر مارہرہ تشریف لائے ہم میں سے ایک ایک کو پہلی نظر میں پہچانا اور پہلے کی طرح بھرپور شفقت برسانیِ علالت کے باعث اگرچہ زبان متاثر تھی، مگر اس حالت میں بھی ہم لوگوں سے خوب خوب باتیں کیں، نئی پرانی باتیں۔ اس دورے میں وہ پودا ماشاء اللہ تازہ درخت بن کر میرے سامنے آیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ میں پہلی نظر میں احمد میاں کو پہچان نہیں پایا۔ اور جب رسمی تعارف کے بعد میں نے احمد میاں کو اپنے گلے سے لگایا تو خلیل العلماء علیہ الرحمۃ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

خلیل العلماء یوں تو ہندوستان سے ہجرت کر گئے تھے مگر عرسِ قاسمی میں ان کی نظم کردہ منقبتیں، اور نعتیں اور گاگر چادر کے جلوس میں پڑھی جاتیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

خلیل العلماء علیہ الرحمۃ تحریر اور تقریر دونوں ہی میدانوں کے شہسوار تھے۔ بچپن میں ان کے تحریر کردہ اسلامی عقائد اور دینیات پر چھوٹے چھوٹے رسالے ہمیں بھی پڑھائے گئے۔ بچوں کے لئے لکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بالخصوص مذہبی موضوع پر۔ مگر خلیل العلماء نے سوال جواب کے روپ میں مذہبی معلومات پر مشتمل وہ کتابچے تحریر فرما کر دین کی بڑی بھاری خدمت انجام دی۔ آسان زبان ان کے قلم کی خصوصیت تھی۔ یہ کتابچے ہندو پاک میں کافی مقبول ہوئے۔

اس وقت ہمارے سامنے خلیل العلماء علیہ الرحمۃ کے قلم کا ایک اور روپ موجود ہے۔ یعنی ان کا دیوان۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! دودھ اور شہد میں دھلا ہوا کلام ہے۔ ”جمالِ خلیل“ کے عنوان سے نعت منقبت اور غزل کا یہ حسین مرقع خلیل العلماء کے ہونہار صاحب زادے اور سچے وارث میرے بھائی مفتی احمد میاں برکاتی سلمہ تعالیٰ نے ترتیب دیا ہے۔ خلیل العلماء صرف شاعر ہی نہیں، عالم جلیل بھی ہیں۔ اور انکے خداداد علم کی یہ جلالت ان کے قلم کی ہر جنبش سے ہویدا ہے۔

جا کے لا اے شوق بے پایاں قلمدانِ حبیب

کچھ مضامین نعت کے لکھ زیر عنوانِ حبیب

سامنے کھولے ہوئے دو صفحہ رخسار ہیں

یوں تلاوت کر رہا ہے روئے قرآنِ حبیب

خلیل العلماء نے بڑی سنگلاخ زمینوں کا انتخاب فرمایا۔ اور ان پتھریلی زمینوں میں مضامین کے وہ گلاب کھلائے ہیں جن کی خوشبو مسحور کن ہے اور رنگت ہوش باب۔

دیکھ کر طیبہ کے سائے بے خودی میں کھو گئے

ہوش دیوانوں کو آیا اپنی منزل کے قریب

ہیں فروزاں مشعلیں قدیوں کے روپ میں

روضہ پر نور پر سجدہ گہہ دل کے قریب

کہیں کہیں ایسی زمینوں کا انتخاب کیا ہے جن میں ایک دو شعر نظم کرنا

صرف اساتذہ فن کا ہی حصہ ہے۔

دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور
یہی ہے متن یہی شرح گفتگو ہے حضور
خلیل العلماء کے کلام میں وارفتگی بھی ہے اور شگفتگی بھی۔ کیف و مستی
بھی ہے، خیالِ محبوب کی سرشاری بھی۔

کچھ ایسا مست و بے خود ہوں خیال کوئے جاناں میں
کہ رکھ چھوڑا ہے گلدستہ ارم کا طاق نسیاں میں
لگادی آگ بڑھ کر زندگی کے جیب و داماں میں
جنوں کو ہوش گر آیا تو آیا کوئے جاناں میں
وہ کئی ہے ضوفشانی جلوۂ رخسار جاناں نے
پڑی ہے صبحِ محشر منہ لپیٹے اپنے داماں میں
بحان اللہ! کیسے اچھوتے مضامین نظم فرمائے ہیں۔ ایسا لگتا ہے
خلیل العلماء قلم نہیں چلا رہے بلکہ قلم چلوا یا جارہا ہے۔

وہ شیرینی ہے نامِ پاک کے میمِ مشدد ہیں
کہ رہ جاتے ہیں دونوں لب بہم چسپیدہ چسپیدہ

اور یہ شعر ملاحظہ ہو

مری مٹھی ٹھکانے لگ چکی تھی فضلِ یزداں سے
صباِ نازق اڑا لائی مدینے کے بیاباں سے

خلیل العلماء کا وطن ایک طرح سے مارہرہ مظہرہ ہی تھا۔ جی ہاں، وہی مارہرہ مظہرہ جس نے اپنے دور میں بڑے پایہ کے شعراء پیدا کئے۔ احسن مارہروی، دلیر مارہروی، سواجی مارہروی، وغیرہم۔ پھر خود خلیل العلماء علیہ الرحمۃ کے مرشدان عظام میں پیتمی، عیسیٰ، نوری جیسے مایہ ناز شعراء کرام گزرے جو صاحب معرفت بھی تھے اور اہل لطافت بھی۔ خلیل العلماء کو مارہرہ کی مٹی سے بہت کچھ ملا۔ ان کی شاعری میں تغزل بھی اسی مٹی کی دین ہے۔

خلیل تجھ سا سیاہ کار اور نعت بنی
یہ فیض مرشد برحق ہے ورنہ تو کیا ہے

گزرتے ہیں خیال عارض و گیسو میں روز و شب
مری ہر شام عسرت ابتدائے صبح عشرت ہے
تصور میں وہ آ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں
تکا کرتی ہے منہ جلوت، مری خلوت وہ خلوت ہے
مری نظریں اڑا لائیں ہیں کس کا جلوہ رنگیں
کہ چشم نامرادی سے ٹپکتا خون حسرت ہے

ایک ایک شعر پڑھتے جاتے، صاف نظر آتا ہے کہ داغ کے گھرانے کا کوئی فرد لیسائی سخن کے گیسو سنوار رہا ہے۔ داغ کے گھرانے کے گدگداتے ہوتے اشعار خلیل العلماء کی نعتوں کا انداز بن گئے ہیں۔ آستانِ نبی

کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یہ سراغِ معرفت ہے یہی رازِ بندگی ہے
کہ یہ آستان نہ ہوتا تو جہیں کہاں جھکاتے
یہ مری خودی نے مجھ کو کیا پائمال ورنہ
کہیں ان کے آستان سے بھلا ہم بھی سراٹھاتے

دیوان کے آخر میں ”غزلیات“ کا شعبہ شامل کیا گیا ہے جس نے
اس قلمی کو دیوانِ نعت سے زیادہ کلیاتِ خلیل کا روپ دیدیا ہے۔

خلیل العلماء کے قلم کی انگڑائیاں یہاں بھی اپنے شباب پر ہیں۔

غزل میں خلیل العلماء نے بڑے اچھوتے مضمون باندھے ہیں۔ یہ شعر ملاحظہ ہو
وہ میرے دستِ جنوں کی نقاہتیں تو بہ

کہ چاک تھا جو گریباں وہ دھجیاں نہ ہوا

داغ کے گھرانے کی شوخی ملاحظہ ہو

صدقہ دیتا ہوں پارسائی کا

تھوڑی سی مے گرا کے پیتا ہوں

ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیل

گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

یہ دو چار الفاظ جو میں نے لکھے انہیں تقدیم، تعریض یا تقریب کوئی بھی

نام دینے کی جگہ محض خراجِ عقیدت کیا جائے تو میں اسے اپنے لئے باعثِ صد

افتخار سمجھوں گا۔ میرے بھائی مفتی احمد میاں برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیوان مجھے اکتوبر ۱۹۹۱ء میں بھیجا تھا اور فرمائش کی تھی کہ میں کچھ لکھ بھیجوں۔ جانِ برادر، میں شرمندہ ہوں کہ اپنی مصروفیات کے باعث میں آپ کی فرمائش کی بروقت تکمیل نہ کر سکا۔ اگر دیر آید درست آید کے مقولے کو میرے حق میں بہتر سمجھیں تو میری اس تحریر کو قبول کر لیں۔

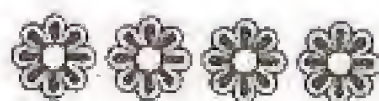
اگر دیوان شائع ہو چکا ہو، تو دوسرے ایڈیشن میں اسے شامل کر لیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اُو تعالیٰ اپنے حبیب مکرم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے صدقہ و طفیل میں حضرت اقدس خلیل العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضانِ روحانی سے ہم سنی برکاتی خدام کو بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

”جمال خلیل“ کی کامیابی کے لئے دعا گو۔

سید آل رسول حسنین میاں برکاتی نوری
سجادہ نشین، آستانہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، نوریہ، امیریہ
مارہرہ مطہرہ

۱۳ اشوال المکرم ۱۴۱۲ھ
بمقام، سانتا کروز، بمبئی ۲۹

owaisology



باسمہ تعالیٰ

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے، پی ایچ ڈی

ایڈیشنل سیکریٹری محکمہ تعلیم سندھ گورنمنٹ

علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی مارہروی

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

جب ہم ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ

ایک قیامت گزر گئی، اللہ اکبر! کیسی کیسی عظیم ہستیاں اٹھ گئیں، ماحول خالی خالی

سا نظر آتا ہے، فضائیں بے کیف سی معلوم ہوتی ہیں، رنگِ محفل پھیکا پھیکا سا

دکھائی دیتا ہے..... اس میں شک نہیں مثالی شخصیتوں کا اٹھ جانا ملت

اسلامیہ کے لئے ایک بڑا المیہ ہے، نہایت کر بناک اور غمناک.....

انہیں مثالی شخصیتوں میں حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ

بھی تھے..... وہ مفتی بھی تھے، مدرس بھی..... وہ مصنف بھی تھے اور

مترجم بھی، وہ مبلغ بھی تھے اور مقرر بھی اور شاعر بھی تھے..... اس مقالے

میں ان کی شعر گوئی پر گفتگو کرنا مقصود ہے لیکن پہلے موصوف کی سوانح پر مختصراً

روشنی ڈال دی جائے۔

مفتی صاحب ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے، اپنے مقام ولادت (موضوع کھیری، ریاست دادوں ضلع علی گڑھ) سے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۳ء میں مارہری شریف آگئے جو امام احمد رضا خاں بریلوی کا پیرخانہ ہے۔ یہاں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء میں ۶ سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء میں مڈل پاس کیا۔ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ، دادوں (ہندوستان) میں درس نظامی کا آغاز کیا۔ مفتی صاحب کے اساتذہ میں امام احمد رضا خاں بریلوی کے صاحب زادے مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور شاگرد و خلیفہ علامہ امجد علی اعظمی جیسے کامل علماء و فضلاء تھے..... وہ ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۸ء میں شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری (م۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۵۷ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ۱۳۵۰ھ / ۱۹۵۱ء میں مرشد گرامی نے نیابتہً اجازت دی پھر سید حسن میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف نے تحریراً اجازت مرحمت فرمائی ۱۳۵۳ھ / ۱۹۵۵ء میں مفتی اعظم ہند نے بھی چاروں سلسل میں اجازت عنایت فرمادی.....

مفتی صاحب نے ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں مولوی عربی کا امتحان پاس کیا، ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۰ء میں عالم عربی کا۔ اسی سال سراج العوارف کا ترجمہ کر کے تصنیف و تالیف کا آغاز فرمایا..... ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۵ء میں درس نظامی سے فراغت حاصل کی اور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے

سندِ حدیث عطا فرمائی..... ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۶ء میں مفتی صاحب نے تبلیغ و تقریر کا آغاز فرمایا اور اسکے ساتھ تدریس بھی شروع کی، مدرسہ قاسم البرکات (مارہرہ شریف)، اور مدرسہ قمر الاسلام (میرٹھ) میں صدر مدرس بھی رہے..... ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں شادی ہو گئی، اسی سال مدرسہ اسلامیہ میں (مارہرہ شریف) میں تدریس اور افتاء کی ذمہ داریاں سپرد کیں اور اسی سال جامع مسجد میں شیش گراں، (مارہرہ شریف) میں امامت، خطابت کا آغاز فرمایا..... ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لے آئے، پہلے میرپور خاص (سندھ) میں رہے پھر کراچی اور ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء میں حیدرآباد سندھ تشریف لے آئے اور اسی سال دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی..... مفتی صاحب اس کے مستہمم اور شیخ الحدیث تھے..... ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرین طیبین سے مشرف ہوئے..... ۱۹۸۴ء میں شدید علیل ہوئے اور تصنیف و تالیف، تدریس و تبلیغ کا کام موقوف ہو گیا دوسرے ہی سال ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ مطابق ۱۸ جون ۱۹۸۵ء کو ۶۵ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور حیدرآباد سندھ میں دربار جیلانی سخی عبدالوہاب شاہ میں رکھے گئے۔

مفتی صاحب کے صاحبزادگان ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی صاحب علم و فضل اور صاحب تصنیف و تالیف ہیں وہ والد گرامی کی حایت ہی میں دارالعلوم احسن البرکات کے ناظم ہو گئے تھے اور اب وہ مفتی صاحب کے جانشین ہیں، وہ بڑی

صلاحیتوں کے مالک ہیں، اپنے والد گرامی کی تمام ذمہ داریاں باحسن طریق انجام دے رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری و ساری رکھے۔ آمین

مفتی صاحب نے تقریباً ۵۸ تصانیف و تراجم یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے نصف شائع ہو چکی ہیں، مثلاً ترجمہ سبع سنابل، ہمای نماز، ہمارا اسلام، سنی بہشتی زیور، عقائد اسلام، نور علی نور، فیصلہ ہفت مسئلہ وغیرہ وغیرہ۔
اب ہم علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری کی شاعری کی طرف متوجہ ہوتے

ہیں.....

پھول برسانہ یوں سخن کے خلیل
غنجہ و گل کو شرم آتی ہے

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ”مولوی“ جذبات عشق و محبت سے عاری ہوتا ہے اس لئے وہ اچھا شعر نہیں کہہ سکتا حالانکہ عاشق رسول جذبات عشق و محبت سے مالا مال ہوتا ہے ہاں گستاخ رسول اس دولت سے ضرور محرم رہتا ہے..... عشق و محبت انسان کو ذکی اور ذہین بنا دیتے ہیں اور گستاخی و بے ادبی سے انسان غبی اور ہند ذہن بن جاتا ہے..... عاشق کا دل و دماغ کھلا ہوا ہوتا ہے اور اگر عاشق علم و فضل سے آراستہ ہو تو سبحان اللہ و ماشاء اللہ!..... اس کے جذبات جھوٹے نہیں، سچے ہوتے ہیں کیوں کہ اس کا محبوب سچا ہوتا ہے..... مجازی عاشقوں کو اس حقیقت کی خبر نہیں.....
یہ دنیا ہی اور ہے..... اردو کے مشہور شاعر داغ دہلوی، امام احمد رضا خاں کے

چھوٹے بھائی حسن رضا خاں بریلوی کے استاد تھے ایک حسن بریلوی نے اپنے
بھائی رضا بریلوی کی یہ نعت سنائی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

مطلع سن کر داغ چونک پڑے اور بیباختہ بولے:-

”مولوی ہو کر اتنے اچھے شعر کہتا ہے؟“

سبحان اللہ! گویا ”مولوی“ اچھے شعر نہیں کہہ سکتا..... ان ریمارکس سے

علماء کے بارے میں شعرا کی ذہینیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے..... اللہ

اکبر! شرابی شاعر ہو سکتا ہے، مصطفیٰ کا فدائی شاعر نہیں ہو سکتا؟..... نہیں نہیں،

شاعری اس کی خادمہ ہے..... وہ شاعری سے نہیں بلند ہے.....

مفتی محمد خلیل خاں برکاتی طبقہ علماء میں ممتاز تھے، وہ سخن گو اور سخن سنج

بھی تھے اور فن شعر میں خاص امتیاز رکھتے تھے..... انہوں نے مختلف اصناف

سخن میں شاعری کی مثلاً..... حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، سہرا، قطعہ، مسدس،

مربع، وغیرہ..... ان کی بعض غزلیں اور نعتیں تو مرصع ہیں اور یہ بات اسی وقت

پیدا ہوتی ہے جب شاعر زباں و بیاں پر قدرت رکھتا ہو اور اس کی خیالات میں

روانی اور جذبات و جولانی ہو..... ان کے بعض مطلع اور مقطع بھی خوب ہیں.....

ان کی شاعری بڑی وقیع ہے، اس میں تمام وہ خوبیاں موجود ہیں جو ایک اچھی

شاعری میں ہونی چاہئیں..... ان شاعری میں معنی آفرینی، بیباختگی، محاکات،

آفرینی، موسیقیت و ترنم، حسن تراکیت، رعایت لفظی، روزمرہ، محاورہ، معانی و بیان، ضائع و بدائع سب ہی کچھ ہے..... ان کے ہاں غم جاناں، بھی اور خمریات بھی..... عرفان و معرفت اور قرآن و حدیث کی جھلکیاں بھی ہیں..... سچا شاعر نہ اپنے ماحول سے آنکھیں بند رکھتا ہے، نہ اپنے وجود سے، اس کی شاعری میں زمانہ کا سایہ اور اس کے اپنے وجود کا عکس صاف نظر آتا ہے.....

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مفتی صاحب کے کلام میں مرصع غزلیں بھی ملتی ہیں، مثلاً غزل جس کا مطلع ہے

اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں

اُن سے نظر ملا کے پیتا ہوں

اور یہ غزل بھی جس کا مطلع ہے

ہچکیوں کا شمار ہے یعنی

آپ کا انتظار ہے یعنی

اور یہ مقطع ہے ملاحظہ ہو

ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیل

گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

اور یہ مقطع ہے

پھول برسانہ یوں سخن کے خلیل

غنچہ و گل کو شرم آتی ہے

اور مقطع ملاحظہ ہو

غربت میں اب تو عیش بھی بھاتا نہیں خلیل

ہائے وطن کی یاد کہاں آگئی مجھے؟

مفتی صاحب کے کلام میں ایسے بہت سے اشعار مل جاتی ہیں جن میں

مضمون آفرینی کی بہار نظر آتی ہے..... یہ خوبی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب

اللہ تعالیٰ نے شاعر کو فکر و تخیل کی دولت کے ساتھ ساتھ تجربات میں مشاہدات اور علم و

فضل کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہو..... ذرا ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

چمٹالیا تصور جاناں کو جان سے

اللہ رے شعور، دل بے شعور کا



تکیں گی حسرتیں حیرت سے مونہ ہم نا سزاؤں کا

کھلے گا مونہ جو محشر میں شفاعت کے خزانوں کا



جو دھجیاں ہیں گریباں زیت کی تن پر

ہوا ہی چاہتی ہیں اب تار تار کہدینا



اللہ اللہ کہ ساحل کی ہے خود اس کو تلاش

اپنے داماں میں لئے پھرتا ہوں طوفاں ہم کو



کریں گی ظلمتیں عصیاں سے نور مغفرت پیدا
یہ پلکیں آپ کی شام و سحر نم دیدہ نم دیدہ



تصور میں وہ آ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں
تکا کرتی ہیں منہ جلوت، مری خلوت و خلوت ہے
ہجوم یاس نے روا کہاں کہاں نہ کیا!
مری امیدوں کا ماتم کہاں کہاں نہ کیا!



دیوانگی خرد کے مقابل نہ آسکی
یعنی جنوں کو ہوش نہ آتا۔ ترے بغیر



بھلا دیں اگر تم نے میری وفائیں
تو پھر کون لے گا جفا کی بلائیں؟



کتنا تاریک ہے پہلو شب تنہائی کا!
ان کے ہوتے بھی طبیعت مری گھبراتی ہے



ملِ مل لے رو رہے ہیں تاب و توانِ دل
 اے آرزوئے دید کہاں لے چلی مجھے؟
 تصورِ جاناں کو جان سے چمٹانا..... حسرتوں کا حیرت سے منہ تکتنا.....
 گریباںِ زیست کی دھجیاں تار تار ہونا..... طوفانِ کاساحل کی تلاش میں
 پھرنا..... ظلمتِ عصیاں سے نورِ مغفرت پیدا ہونا..... جلوت کا منہ تکتنا.....
 امیدوں کا ماتم کرنا..... جنوں کا ہوش میں آنا..... جفا کی بلائیں لینا..... محبوب
 کے ہوتا دل گھبراننا..... تاب و توان کا مل مل کا رونا..... یہ اور اسی قسم کے
 مضامین، مضمون آفرینی اور ندرت فکر و خیال کی بہترین مثالیں ہیں..... اگر
 ایک ایک شعر کی تشریح کی جائے اور معنی آفرینیوں کے جلوے دکھائے جائیں
 تو یہ مقالہ کتابی صورت کر جائے مگر اس وقت مفتی صاحب کی شاعری کا سرسری
 جائزہ پیش کرنا ہے.....
 مفتی صاحب کے کلام کے مضامین آفرینی کے علاوہ بیسآنگی اور
 موسیقی و ترنم بھی پائے جاتے ہیں جس سے جذبات کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ
 ہوتا ہے۔ مثلاً کہ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

آسرا جینے کا نم کو جیتے جی سمجھا کئے
 جان دینے کو ہمیشہ زندگی سمجھا کئے



عہدِ شباب، بزمِ طرف، محفلِ نشاط
کہ میں موت کے سہارے تری راہ چل رہا ہوں



مری بے خودی نے بخشا وہ سرور و زندگی کا
کہ میں موت کے سہارے تری راہ چل رہا ہوں



آنکھ جو ڈبڈباتی ہے
آبرو غم کی جاتی ہے۔



میں جو غم سے جل رہا تھا تو سکوں کی جستجو تھی
جو سکوں ذرا ملا ہے تو سکوں میں جلا رہا ہوں

مفتی صاحب کے کلام میں محاکاتِ آفرینی، حسنِ تراکیب اور رعایاتِ
لفظی کی اچھی مثالیں مل جاتی ہیں مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو۔

یہ چارہ سازوں کی سرگوشیاں ہوئیں کیسی

یہ کیوں ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں

جاں بلب مریض کی آنکھوں میں عجیب سے چمک پیدا ہو جاتی

ہے..... وہ آنے جانے والے، حیراں و پریشان عزیزوں اور آس پروس

کے لوگوں کی، ایک ایک ادا پر نظر رکھتا ہے اور متجسس نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے..... پھر جب وہ مریض سے مایوں ہو کر مایوسی و ناامیدی کے عالم میں سرگوشیاں کرتے ہیں تو مریض ایک ایک کامنہ تکتا ہے..... پھر وہ خیالوں میں گم ہو جاتا ہے..... پھر آپ ہی آپ سوال کرتا ہے.....

وہ چارہ سازوں میں سرگوشیاں ہوئیں کیسی؟

یہ کیوں ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں؟

شاید وہ وقت آ گیا جس کا انتظار تھا؟..... شاید صبح زندگی کی شام آ گئی.....

ہاں مریض کو مویوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟..... نہیں نہیں.....

ہرگز نہیں..... مفتی صاحب نے ان حرماں نصیبوں کا ایسا دردناک نقشہ کھینچا ہے کہ

سارا سماں آنکھوں میں پھر گیا..... وہ کس موثر انداز سے دوسوالوں میں داستانِ غم

بیان کر گئے..... ہاں انھیں دوسوالوں میں جواب بھی پہنا ہے

ۛ ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

ۛ اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے!

مفتی صاحب کی شاعری میں حسن تراکیب کے نمونے بھی ملتے ہیں،

مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو

نور آنکھوں میں ملا، خلوت گہ دل کو سرور

جب تصور نے سنواری صورتِ احمد رضا

ان کے ہاں رعایتِ لفظی کی بھی بہت اچھی ————— لیں مل جاتی ہیں، مثلاً

یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

خدا شاہد، زمانہ سرکٹاتا حسنِ یوس ————— صحت پر
نمک تھوڑا سا مل جاتا اگر ان کے نمکد ————— ل سے



مفتی، مبتدی ہیں جن کے ————— حضور
ایسے لاکھوں کا مفتہا ————— رضا



اتھے اچھوں سے نسبتوں کے ————— طفیل
اتھے اچھوں کا پیشوا ————— رضا



جو ہم نہ ہوں گے تو وہوگی نہ ہاؤ ————— نہ خلیل
ہمارے دم کی ہے سب ہائے ہائے، جا ————— تے ہیں
مفتی صاحب کے کلام میں غم روزگار بھی ————— اور غم جاناں بھی اور
خمریات بھی..... ان کی خمریات بھی شراب طہور سے ————— عبارت ہیں.....
ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

تمہیں سے آس لگائی ہے غم کے مار ————— نے
تمہیں سنو گے ہماری پکار ————— کھدینا



ادائیں اور پھر اُن مہوشوں کی ادائیں
غضب ہے کہ آپ اور آنسو بہائیں



میں روؤں تو لڑیاں جھڑیں موتیں کی
چمن نہں پڑیں وہ اگر مسکرائیں



خُم کے خُم میں مغربی، میخانہ توحید کے
ساقیانِ قوم ہیں، مست شراب مغربی
اس وقت جب کہ خلیج کا بحر ان شباب پر ہے، یہ شعر توحید پرستوں کے
فکر و عمل کی عکاسی کر رہا ہے اور عالمی سطح پر بجھے ہوئے ان کے دایم تڑویر وک
تار تار کر رہے ہے..... خمریات میں اس طرح سیاسیات کو سمودینا مفتی
صاحب ہی کا حصہ ہے..... اُنکے یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں:
شرابِ خلد کی اے دوست گفتگو کیا ہے؟
زالالِ شہ ہو میسر تو یہ سبو کیا ہے؟



وہ جام دے، ہو جس میں زالالِ ابو الحسن
ساقی پھر آرہا ہے، خیالِ ابو الحسن



پیتے ہیں مے پرستی کا الزام بھی نہیں
زاہد یہ دیکھ، جامِ سفال ابوالحسن



رہ جاتا ہے خلیلِ کلیجہ مسوس کہ
چلتا ہے میکہے میں جو مینا ترے بغیر
اور خمریات میں یہ نظم تو بالکل مرصع ہے جس مطلع ہے
اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں
ان سے نظریں ملا کے پیتا ہوں
اور مقطع ملاحظہ ہو

اُن کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیل
گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

سبحان اللہ!

مفتی صاحب کو زبان و بیان پر پورا پورا عبور ہے، انہوں نے فارسی
بھی کہا ہے اور اردو بھی..... اور میں وہ وہ بے تکاں اور بلا تکلف روزِ مرہ اور
محاوروں کو استعمال کرتے ہیں جس سے ان کی زبان دانی کا اندازہ ہوتا ہے.....
انہوں نے معانی و بیان، ضائع و ندائع، کو بھی استعمال کیا ہے جس سے فنِ شعر
گوئی میں ان کی مہارت و کمال کا پتا چلتا ہے مثلاً ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ کی ہے ضوِ فشانِ جلوۂ رخسارِ جاناں نے
پڑی ہے صبحِ محشرِ مونہ لپیٹے اپنے داماں میں



غم کو ہو کوئی غم، خوشی کی خوشی مجھے
شاید کہ اس آگئی کوئی خوشی مجھے



نام کی بھی نہیں کوئی نیکی
ہاں گناہوں کا بار ہے یا رب



اللہ اللہ مری چشمِ تصور کا کمال
کالے کوسوں سے نظر آتا ہے طیباً مجھکو



آپ کے ہوتے نہیں کوئی تمنا واللہ
مل گئے آپ تو بس مل گئی دنیا مجھکو
لبِ اعجازِ حضرت کی ہیں گویا دونوں تصویریں
تبسم ریز یہ کلیاں، وہ گل خندیدہ خندیدہ



کچھ اس طرح سے خیالوں پہ چھائے جاتے ہیں
نظر سے دور ہیں دل میں سمائے جاتے ہیں



خدا کے واسطے کوئی انہیں بھی سمجھاتا
یہ چارہ ساز مری جان کھائے جاتے ہیں



دلِ مضطرب دیوانگی میں آگ لگ جائے
قدم رکھ کر نہیں چلتے ہیں خاکِ کوتے جاناں پر؟



owaisology

فراقِ مصطفیٰ میں جان و دل کی غیر حالت ہے
جنوں کی آنکھیں دکھاتا ہے گریباں گیر وحشت ہے

مندرجہ بالا اشعار میں یہ محاورے استعمال کئے گئے ہیں..... اس
آنا، منہ لپیٹ کر پڑ جانا، کالے کوسوں، آنکھ چرانا، دل میں سمانا، جان کھانا، گل
کھانا، حالت غیر، آنکھیں دکھانا..... یہ سب محاورے بے تکان استعمال کئے
گئے ہیں جس سے اردو زبان پر شاعر کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے.....

مفتی صاحب سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے اور صاحبِ اجازت بھی، وہ
اہل سنت کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ علم و فضل تھے اس لئے ان کا کلام میں
عرفان و معرفت کی باتیں اور قرآن و حدیث کے حوالے بھی مل جاتے ہیں۔

مثلاً یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

چھلکتی ہے یہاں جام و سبو سے لذت کوثر
ولایت درحقیقت چاشنی گیر نبوت ہے



کہاں تک کیجئے تفسیر سبحان الذی اسرئی
کہ آغوشِ دنیٰ میں مصطفیٰ کا قصر رفعت ہے



لامکاں میں بھی نہیں ملتا کہیں جن کا سراغ
تو اگر ڈھونڈے تو مل جائے تجھے دل کے قریب



دو جہاں میں مچ رہی ہے انا اعطینا کی دھوم
سایہ الطافِ رب ہے ان کے سائل کے قریب



رگِ گلو کے قریں آ کے گم ہوا ہے کہیں
خلیلِ زار کو منزل کی جستجو ہے حضور



تجلی پڑ رہی ہے من رانی قدراً الحق کی
مرا آئینہ دل جلوہ گاہِ نور وحدت ہے

المختصر مفتی صاحب کے کلام میں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ

اپنے وقت کے ایک باکمال شاعر تھے، ان کی شاعری ان کی زندگی میں منظر عام پر نہ آ سکی جس طرح ان کی بہت سی تخلیقات منظر عام پر نہ آ سکیں ان کے لائق وسعادت مند فرزند برادر م ابو حماد علامہ احمد میاں برکاتی (مہتمم دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، سندھ) کی مساعی جملیہ سے مفتی صاحب کے آثار علمیہ رفتہ رفتہ منظر عام پر آ رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ موصوف زیدہ مجددہ کے علمی و دینی اور روحانی فیض کو جاری و ساری رکھے اور وہ اپنے والد ماجد حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمہ کے علمی آثار کو شائع کر کے اہل علم و دانش سے خراج تحسین موصول کرتے رہیں۔ آمین

بجاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین

صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجه واصحابہ وسلم

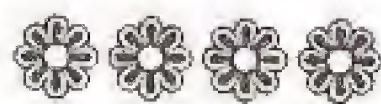
owaisology

احقر

محمد مسعود احمد

۲۳ نومبر ۱۹۹۰ء

جمعة المبارک



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

یَا رَبِّ

تو ہی ذو اقتدار ہے یارب
صاحب اقتدار ہے یارب

تو ہے سب کائنات کا مولیٰ
مالک و کردگار ہے یارب

بخشا ہے گناہگاروں کو
تو ہی آمرزگار ہے یا رب

ہے خلیلِ حزیں بھی بندہ ترا
گرچہ بدنام و خوار ہے یارب

ہے سزاوار ہر سزا کا مگر
ترا امیدوار ہے یا رب

ہے سراپا گناہوں میں غرقاب
ہاں مگر شرمسار ہے یارب

اب تو ہو لطف اپنے بندے پر
مشکلوں سے دو چار ہے یارب

تو نہ پوچھے تو وہ کدھر جائے
ہر طرف غارزار ہے یارب

نام کی بھی نہیں کوئی نیکی
ہاں گناہوں کا بار ہے یارب

اب سکوں ہے، نہ دل کو اطمینان
زندگی گو یا بار ہے یارب

معترف دل سے ہے خطاؤں کا
آنکھ بھی اشکبار ہے یارب

تیری رحمت کا اور تیرے
فضل کا خواستگار ہے یارب

اک سہارا ترے حبیب کا ہے
اک وہی غم گسار ہے یارب

اُن کے صدقہ میں سن مری فریاد
تو بڑا ذی وقار ہے یارب

تو ہی سنتا ہے نیک و بد کی پکار
تیری ہر سُو پکار ہے یارب

تیرے ہاتھوں میں سب کی روزی ہے
تو ہی پروردگار ہے یارب

ہاں کرم کا اشارہ ہو جائے
بیڑا پھر میرا پار ہے یارب
خوش سے خوش تر ہے اب خلیلِ حزیں
کہ تو آمرزگار ہے یا رب
اصل میں یوں ہے

بد سے بدتر ہے گو خلیلِ حزیں
تُو تو آمرزگار ہے یارب

owaisology



تہنیت بر تشریف آوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مبارک ہو نبی الانبیا تشریف لے آئے
 مبارک ہو شہِ مشکل کشا تشریف لے آئے
 مبارک شافعِ روزِ جزا تشریف لے آئے
 مبارک دافعِ کرب و بلا تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے
 مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے

سراپا ظلِ ذاتِ کبریا نے جلوہ فرمایا
 سراسر پیکرِ نورِ خدا نے جلوہ فرمایا
 حبیبِ خالقِ ارض و سما نے جلوہ فرمایا
 وہ یعنی مالکِ ہر دوسرا نے جلوہ فرمایا

مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے
 مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے

چراغِ بزمِ امکاں رونقِ دنیا و دیں آئے
 وہ شمعِ لامکاں وہ زینتِ عرشِ بریں آئے
 انیس الہالکیں راحتہ للعاشقین آئے
 شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین آئے

مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے
 مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے

مرے آقا مرے سرور مرے سردار آپہنچے
 مرے مولیٰ مرے رہبر مرے سرکار آپہنچے
 مرے ہادی اہل کونین کے مختار آپہنچے
 شہنشاہِ رسل آئے شہِ ابرار آپہنچے

مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے
 مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے

مبارک ہو یتیموں کو، فقیروں کو مبارک ہو
 مبارک ہو غریبوں کو، غلاموں کو مبارک ہو
 مبارک ہو بے بسوں کو، کس پیرسوں کو مبارک ہو
 مبارک ہو بے کسوں کو، بے نواؤں کو مبارک ہو

مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے
 مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے

سلاطینِ زمانہ، دامنِ امید پھیلائیں
 حضورِ شہِ سرافرزانِ عالم التجلائیں
 خبرِ دو تاجداروں کو سلامی کیلئے لائیں
 شہنشاہوں سے کہہ دو ہاں مبارکبادیاں گائیں

مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے
 مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے

owaisology



شافعِ محشر

کس منہ سے شکر کیجئے پروردگار کا
 عاصی بھی ہوں تو شافعِ روزِ شمار کا
 گیسو کا ذکر ہے تو کبھی روئے یار کا
 یہ مشغلہ ہے اب مرا لیل و نہار کا
 چلنے لگی نسیم سحرِ خلد میں ادھر
 دامنِ ادھر بلا جو شہِ ذی وقار کا
 دامنِ پکڑ کے رحمتِ حق کا چل گیا
 اللہ رے حوصلہ دلِ عصیاں شعار کا
 خوشبو اڑا کے باغِ دیارِ رسول سے
 ہے عرش پر دماغ، نسیم بہار کا
 سرمہ نہیں ہے آنکھوں میں غلمانِ وحور کی
 اڑتا ہوا غبار ہے ان کے دیار کا
 ناکارہ ہے خلیل، تو یارب نہ لے حساب
 آساں ہے بخشنا تجھے ناکارہ کار کا

شنائے حضور

کہتے ہیں جس کو عارضِ تاباں حضور کا
دیدار ہوگا شافعِ یومِ نشور کا
معراج کیا تھی نور سے ملنا تھا نور کا
ہے قصرِ اُتِ طرف، و تیرہ جو حور کا
طیبہ کی وادیوں میں پہنچ کر گھلایہ حال
چمٹالیا تصورِ جاناں کو جان سے
چھائیں گھٹائیں رحمت پروردگار کی
بوئے دہن پہ میرے ملائک کریں ہجوم
کون و مکاں کے راز سے واقف تمہیں تو ہو
کہنے کو اور بھی تھے اُولو العزمِ انبیاء
یارِ ترے غضب پہ ہے سائقِ ترا کرم
آنکھوں میں ہیں جمالِ محمد کی تابشیں
نقشِ قدم پہ تیرے جو صدقے ہوا غبار
ان کا کرم نہ کرتا اگر رہبری خلیل

آئینہ جمال — ہے ربِّ غفور کا
کیوں کام لوں — نہ آہ سے میں نفخِ صور کا
کیا دُخل اس — جگہ خردِ پُر فتور کا
صدقہ ہے یہ — بھی غیرتِ شاہِ غیور کا
خاکہ یہی ہے — خلد کے بام و قصور کا
اللہ رے، شمع — نورِ دل بے شعور کا
چھیروں جو — ذکرِ شافعِ یومِ نشور کا
لاؤں جو لب — پہ نام میں اپنے حضور کا
روشن ہے تم — پہ ماجرا نزدیک و دور کا
خالق نے تم — کو صدرِ چنا بزمِ نور کا
اور مجھ کو اعتراف — ہے اپنے قصور کا
عالم نہ پوچھتے — مرے کیف و سرور کا
غازہ بنا وہ — چہرہ زیبائے حور کا
مقدور کب — تھا مجھ کو شنائے حضور کا

سلامِ شوق

سلامِ شوقِ نسیمِ بہارِ کہدینا
 مرا حضور سے سب حال زار کہدینا
 سجدِ شوق کی اک آرزو ہے مدت سے
 تڑپ رہا ہے دل بے قرار کہدینا
 دئے ہیں سوزِ غم نے وہ داغِ سینے پر
 تپک رہا ہے دلِ داغ دار کہدینا
 جو دھجیاں ہیں گریبانِ زیت کی تن پر
 ہوا ہی چاہتی ہیں تار تار کہدینا
 ہمیں ملے جو اجازت تو سر کریں قرباں
 حضور اب نہیں اٹھتا یہ بار کہدینا
 یہ عرض کرنا کہ تنہا نہیں خلیلِ ملول
 ہیں خادمِ آپ کے سب بے قرار کہدینا
 وہ شہسوار کہ جس نے پہاڑ روندے تھے
 پڑا ہوا ہے سرِ رہ گزار کہدینا
 وہ گلِ عذار کہ پھولوں سے کھیلتا تھا کبھی
 وہ دشمنوں کے گلے کا ہے ہار کہدینا

وہ عندلیب کہ تھی جس کی لحن داؤدی
 بلادِ غم کا ہوا ہے شکارِ کھدینا
 وہ تاجدار کہ تھا میرِ کاروانِ جہاں
 بھٹک رہا ہے برنگِ غبارِ کھدینا
 وہ نو بہار کہ جس سے بہارِ عالم تھی
 اب اُس پہ چھائی خزاں کی بہارِ کھدینا
 وہ نامدار کہ جس کی پکار تھی سب میں
 ہے آج سب کی نگاہوں میں خوارِ کھدینا
 وہ گلستان میں عنادل کے چہچہے نہ رہے
 اجڑ چکا چمن روزگارِ کھدینا
 نہ اب وہ شوکت و حشمت نہ دبدبہ اپنا
 نہ اب وہ شان نہ عز و وقارِ کھدینا
 نہ خیر خواہ کوئی ہے نہ ہمنوا کوئی
 نہ کوئی مونس و ہمدم نہ یارِ کھدینا
 نہ یہ کہ ہم سے کدورت ہے دشمنوں کو فقط
 ہے دوستوں کے بھی دل میں بخارِ کھدینا
 غرض کہ حال وہ ہے جیسے زیرِ پا آتش
 جگر ہے زخمی تو سینہ فگارِ کھدینا

ہے مختصر کہ یہ رودادِ غم، سنا دینا
 غرض کہ جیسے ہیں لیل و نہار کہدینا
 یہ روکے کہنا کہ سرکار کی دہائی ہے
 کہ ایک دل میں ہیں ناسور ہزار کہدینا
 تمہیں سے آس لگائی ہے غم کے ماروں نے
 تمہیں سنو گے ہماری پکار کہدینا
 تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
 تمہیں وہ حق نے دیا اختیار کہدینا
 ادھر تو نامہ اعمال میں نہیں نیکی
 ادھر ہے سر پہ گناہوں کا بار کہدینا
 دکھانے آئے ہیں بس زخمِ دل تمہارے حضور
 وگرنہ تم پہ ہے سب آشکار کہدینا
 حضور آپ جو گستاخیاں معاف کریں
 تو اذن چاہتے ہیں گنہ گار کہدینا
 ملے اجازتِ رخصت تو چوم لینا زمیں
 سلامِ شوق بھی ہاں بار بار کہدینا
 خلیل زار کی جانب سے پھر ہزار سلام
 بڑے ادب سے بصد انکسار کہدینا

عطا تے رسول

تکلیفگی حسرتیں حیرت سے منہ ہم نا سزاؤں کا
کھلے گا منہ جو محشر میں شفاعت کے خزانوں کا

تسلی آپ خود فرمائیں گے ہم سے غلاموں کی
انہیں کیونکر گوارا رنج ہوگا سو گواروں کا

دم آخر مدینے کی طرف منہ پھیر لیتے ہیں
تخنیل کتنا پاکیزہ ہے ان کے تشنہ کاموں کا

ابھی آج تو پیشانیوں کی لاج رہ جائے
چلا ہے قافلہ طیبہ کو پھر آشفتمہ حالوں کا

لرزتا ہو نظام ایں و آں جس کے اشارے پر
نمونہ حشر کو کیا کہنے اس گل کی اداؤں کا

کہیں گرنے کو ہوتے ہیں تو قدرت تھام لیتی ہے
نصیبہ تو کوئی دیکھے کسی کے بے قراروں کا

شفاعت کے لئے راہیں بُویدا کیجئے یعنی
تصور باندھئے ان کی کرم پرور نگاہوں کا

خزانے یہ لٹا دیتے ہیں جب دینے پہ آتے ہیں
زمیں سے آسماں تک شور ہے ان کی عطاؤں کا

اشارہ ان کا ہو جائے کبھی وہ دن خدا لائے
کہ عالم ہم بھی جا دیکھیں مدینے کی فضاؤں کا

توجہ سنیوں پر کیونکر نہ ہو بارہ اماموں کی
کہ دامن ہاتھ میں آیا ہے ان کے چار یاروں کا

دعا کیجے خلیل آواز یہ بغداد سے آئے
کہ جا ہم نے کیا تجھ کو غلام اپنے غلاموں کا



رازِ ہُویت

عیاں ہے جسمِ انور سے دو طرفہ حسن، فطرت کا
 ملاحت سے صباحت کا صباحت سے ملاحت کا
 شناسا کوئی عالم میں نہیں جس کی حقیقت کا
 محمد مصطفیٰ وہ راز ہے شانِ ہُویت کا
 سوادِ معصیت سے نور چمکا حق کی رحمت کا
 ستارہ ڈوب کر ابھرا، طلبگارِ شفاعت کا
 خیال آیا تھا کچھ خلد بریں کی طیب و نزہت کا
 کہ نقشہ پھر گیا آنکھوں میں طیبہ کی نصارت کا
 یہ دولت اصل سرمایہ ہے انساں کی کرامت کا
 غلامی شاہِ والا کی، شرف ہے آدمیت کا
 بساطِ دہر میں، انگڑائیاں لیتی یہ رعنائی
 سمٹ جائے تو نقطہ ہے نبی کے حسنِ طلعت کا
 یقیناً ہے یہ گیسوئے نبی کی جلوہ سامانی
 کہ چہرہ فقی ہوا جاتا ہے خورشیدِ قیامت کا

شفاعت ڈھونڈ لائی، خود سیاہ کارانِ امت کو
 سہارا ڈوبتوں کو مل گیا اشکِ ندامت کا
 وہ تیری بے نیازی، اور مری بخشش کا پروانہ
 خدایا یہ نتیجہ، اور مری رندانہ جرأت کا
 مسرت کے دیئے روشن ہیں دلکے آبگینوں میں
 حرم میں اور ہی عالم ہے میری شامِ غربت کا
 بحمد اللہ سہارا مل گیا ہم بے سہاروں کو
 یہاں بھی ان کی رحمت کا وہاں بھی ان کی رحمت کا
 بڑھو بادہ کشو! باقی نے اذنِ عام بخشا ہے
 ”گناہ گارو چلو مولیٰ نے در کھولا ہے رحمت کا“
 عجب کیا شانِ قدرت ہے کہ لہرائے قیامت میں
 لواءِ الحمد کے سائے میں جھنڈاِ قادریت کا
 خلیلِ زار کا مدفن بنا آغوشِ طیبہ میں
 بالِ آخر سامنے آیا نوشتہِ کلکِ قدرت کا



روئے قرآن

جا کے لا اے عشق بے پایاں قلمدانِ حبیب
کچھ مضامینِ نعت کے لکھ زیرِ عنوانِ حبیب

کس کی آنکھیں لا کے دیکھوں بامِ عرفانِ حبیب
کون ہے جزِ کبریا کے مرتبہ دانِ حبیب

ہائے ہمِ ناشستہ رو اور چشمِ گریانِ حبیب
سر اٹھانے ہی نہیں دیتا ہے احسانِ حبیب

گلشنِ فردوسِ پاکرِ مست بوئیں بلبلیں
اور ابھی دیکھا نہیں ہے نخلِ بستانِ حبیب

خاکِ پائے مصطفیٰ پر لوٹتی ہیں جنتیں
سینکڑوں گلشنِ کھلے ہیں زیرِ دامنِ حبیب

رہ گزارِ مصطفیٰ کی یاد فرمائی قسم
اس قدر بھائی مرے اللہ کو جانِ حبیب

سامنے کھولے ہوئے دو صفحہ رخسار ہیں
یوں تلاوت کر رہا ہے رُوئے قرآنِ حبیب

گور کی تاریکیاں ہیں اور سیاہ فردِ عمل
المدد اے جلوۂ شمعِ شبستانِ حبیب

خوبیِ قسمت پہ جتنا ناز ہو کم ہے خلیل
رحمتِ حق نے بنایا ہے ثنا خوانِ حبیب

owaisology



رحمتِ حق

پانی پانی جوشِ عصیاں ہے سائل کے قریب
اور رحمت مسکراتی ہے مرے دل کے قریب

اللہ اللہ طالبانِ حق کی خاطر داریاں
حق ہے شہِ رگ کے قریب تو مصطفیٰ دل کے قریب

دیکھ کر طیبہ کے سائے بخودی میں کھو گئے
ہوش دیوانوں کو آیا اپنی منزل کے قریب

ہے اگر صدقِ طلب تو ایں و آں کو چھوڑے
اپنی منزل ڈھونڈے خود اپنے ہی دل کے قریب

لامکاں میں بھی نہیں ملتا کہیں جن کا سراغ
تو اگر ڈھونڈے تو مل جائیں تجھے دل کے قریب

بند آنکھیں کیا ہوئیں، آنکھوں کی قسمت کھل گئی
 اُس کے جلوے مل گئے ٹوٹے ہوئے دل کے قریب

ہیں فروزاں مشعلیں، قدوسیوں کے روپ میں
 روضہ پر نور پر، سجدہ گہ دل کے قریب

ہر اشارہ سے ہے اعجازِ یَدِ الٰہی عیاں
 چاند سورج کھلتے ہیں ان انامل کے قریب

دو جہاں میں مچ رہی ہے انا اعطینا کی دھوم
 سایہ الطافِ رب ہے ان کے سائل کے قریب

ٹوٹی ہیں بندشیں برپا ہو جب شورشِ خلیل
 ملتی ہیں آزادیاں، شورِ سلاسل کے قریب



جذبہ صادق

کوئی جا کر یہ کہدے روضہ محبوب سبحان پر
 ترخم یا نبی اللہ کسی بیمار ہجرال پر
 جھکے پڑتے ہیں گیسوئے معنبر روئے قرآں پر
 گھٹائیں رحمتوں کی چھا رہی ہیں صحنِ بُستاں پر
 میں مٹ مٹ کر بہاریں لوٹتا ہوں زندگانی کی
 تڑپتا ہے مرا لاشہ زمین کوئی جاناں پر
 دل مضطرب دیوانگی میں آگ لگ جائے
 قدم رکھ کر کہیں چلتے ہیں خاکِ کوئے جاناں پر
 ہوئی دامنِ رحمت میں مری تردا منی پنہاں
 گریں چشمِ ندامت سے جہاں دو بوندِ اماں پر
 بال آخر جذبہ صادق اثر لایا خلیل اپنا
 کہ طیبہ آگیا لاشہ مرا دوشِ عزیزاں پر



شانِ حضور

دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور
یہی ہے تن ہی شرح گفتگو ہے حضور

ہنوز دل میں مرے دل کی آرزو ہے حضور
یہ میں ہوں اور یہ مرا شیشہ سُبُو ہے حضور

بس اک اشارۂ ابرو سے بات بنتی ہے
وگر نہ خطرے میں امت کی آبرو ہے حضور

گناہگار کی عصیاں پناہیوں پہ نہ جائیں
کہ عفو و جود و سخا آپ کی تو خُو ہے حضور

نگاہِ لطف سے بس اب تو شاد کام کریں
کہ بے قرار مری طبع بادہ جو ہے حضور

دوام وصل الہی سے یہ ہوا ثابت
مقام آپ کا قُرب رگِ گلو ہے حضور

خدا کے واسطے جلووں سے سرفراز کریں
مجھے تجلیٰ ایمن کی آرزو ہے حضور

خدا کرے اسی حالت میں موت آجائے
شبیبہ آپ کی سجدے میں روبرو ہے حضور

رگِ گلو کے قریں آ کے گم ہوا ہے کہیں
خلیل زار کو منزل کی جستجو ہے حضور



جھوم جھوم کر

چھیروں جو ذکرِ شاہِ زماں جھوم جھوم کر
چو میں ملائکہ یہ زباں جھوم جھوم کر

اللہ لالہ زارِ مدینے کی نہایتیں
قربان ہے بہارِ جنان جھوم جھوم کر

ذکرِ جنان پہ طیبہ نگاہوں میں پھر گیا
پہنچی نظر کہاں سے کہاں جھوم جھوم کر

جلوے جو ان کی نعلِ مقدس کے عام ہوں
سوئے زمیں فلک ہو رواں جھوم جھوم کر

چنگی جو یادِ زلفِ نبی میں کہیں کلی

مہکی فضائے عطر فشاں جھوم جھوم کر

کل دیکھنا کہ اُن کے گنہگار کی طرف
رحمت بڑھے گی سایہ کناں جھوم جھوم کر

ان کے تصورات میں ہم جب بھی کھو گئے
آیا سرورِ کون و مکاں جھوم جھوم کر

owaisology

میں بارگاہِ قرب میں بڑھتا چلا گیا
کہتا رہا جو اچھے لمبیاں جھوم جھوم کر

ہوتا ہے ذکرِ لذتِ کوثر جہاں خلیل
پیتے ہیں بادہ نوش وہاں جھوم جھوم کر

یارِ رسول

کھینچتا ہے دل کو پھر شوقِ گلستانِ رسول
بار بار آتا ہے لب پہ نامِ ایوانِ رسول

کب سے آہیں بھر رہے ہیں بیقراںِ رسول
اب نہیں اٹھتا ہے یارب دردِ ہجرانِ رسول

دیکھ کر پھولوں کی مستی وجد لاتے جائے
سیر ہو کر کیجئے سیرِ گلستانِ رسول

بیقراریِ دروں میں کاش رخنے ڈال دیں
سینہ و دل کو نوازیں آ کے مرگانِ رسول

غنجہ و گل میں اُلجھ کر رہ گئے ہم جیتے جی
بند ہوئیں آنکھیں تو دیکھا روئے تابانِ رسول

پر بچھاتے ہیں ملائک آج یہ کس شوق میں
حشر میں آنے کو ہیں کیا بے قرارانِ رسول

مغفرت برسانے والا ابرِ رحمت چھا گیا
لو گنہگار و کھلی وہ زلفِ پیچانِ رسول

جیتے جی گلزارِ ہستی کی بہاریں دیکھ لوں
میرے مدفن میں میسر ہو جو بستانِ رسول

حشر میں جا کر پئیں گے ساغرِ کوثرِ خلیل
لے کے مرتے ہیں جو اپنے دل میں ارمانِ رسول



حرمِ مصطفیٰ

جلد میں لاؤں کہاں سے تجھکو گلزارِ حرم
آہ اے ولولہ لمس گل و خارِ حرم

اللہ اللہ یہ ہے رفعتِ دربارِ حرم
کہ ہیں جبریل میں تابع سرکارِ حرم

یاد کوثر میں تڑپتے ہیں بلانوش ترے
ساقیا اب تو پلادے منے گلنارِ حرم

سچ تو یہ ہے کہ وہ آغوشِ کرم میں پہنچا
جھکو آغوش میں لے سایہ دیوارِ حرم

لذت آبلہ پانی کو بڑھا دیتے ہیں
مرہم زخمِ جگر سے ہیں سوا خارِ حرم

سارے سامان ہیں عشاق کی تسکین کے لئے
ہے ارم میں بھی وہی رونق بازارِ حرم

زاہدا جوشِ جنوں خیر سے لایا ہے یہاں
اب کہاں چھوڑ کے جائیں در و دیوارِ حرم

تو نے جی بھر کے زیارت کے مزے لوٹے ہیں
آجھے دل میں بساؤں سگِ زوارِ حرم

گنجِ مرقد میں ترے دم سے چراغاں ہوگا
مرحبا گریہِ تنہائی بیمارِ حرم

آبرو پائی سگِ طیبہ کے صدقہ میں خلیل
ہے بڑی چیزِ قد مبوسِ زوارِ حرم



باغِ مدینہ

نہ کیوں و انجم بر لب گل کھلیں گلزارِ مکاں میں
کہ ہے واللیل جلوہ ریزان کے سنبھستان میں

کچھ ایسا مست و بے خود ہوں خیال کوئے جاناں میں
کہ رکھ چھوڑا ہے گلدستہ ارم کا طاقِ نسیاں میں

لگادی آگ بڑھ کر زندگی کے جیب و داماں میں
جنوں کو ہوش گر آیا تو آیا کوئے جاناں میں

زمانہ کیا دو عالم بھی سما سکتے ہیں انساں میں
کچھ ایسی وسعتیں ہیں اک دلِ مردِ مسلمان میں

ہوائے غیرتِ حق خاکِ ہستی بھی اڑا دے گی
قدم رکھا خرد نے گر کسی کے باغِ عرفاں میں

وہ کی ہے صوفشانی جلوۂ رخسارِ جاناں نے
بڑی ہے صبحِ محشر منہ لپیٹے اپنے داماں میں

یہ کس نے گد گدایا ہے نسیمِ خلد کو یارب
کہ اب تک رقص کرتی ہے مدینے کے گلستاں میں

بتا اے آرزوئے دل کدھر کا قصد رکھتی ہے
کہ طیبہ میری نظروں میں ہے جنت میرے داماں میں

خلیل اس در پہ مٹ جاؤ سکونِ زیست کی خاطر
غنیمت ہیں جو دن باقی رہے عمر گریزاں میں



در بارِ معالی

الہی روضہ خیر البشر پر میں اگر جاؤں
تو اک سجدہ کروں ایسا کہ آپے سے گزر جاؤں

نجاتِ آخرت کا اس قدر ساماں کر جاؤں
کہ طیبہ جا کے اک سجدہ کروں سجدے میں مر جاؤں

مدینے جانے والے سر کے بل جاتے ہیں جانے دو
مرے قسمت میں جو جانا تو بارنگِ دگر جاؤں

ق
اڑا دوں سب سے پہلے طائرِ جاں اس طرف اپنا
سہارے سے اسی طائر کے پھر بے بال و پر جاؤں

کبھی روضے سے منبر تک کبھی منبر سے روضے تک
ادھر جاؤں ادھر جاؤں اسی حالت میں مر جاؤں

سگانِ کوچہ دلدار کی پیہم بلائیں لوں
تماشا بن کے رہ جاؤں مدینے میں جدھر جاؤں

میں کچھ درِ شفاعت لیکے لوٹوں چشمِ رحمت کے
جو دربارِ معالی میں کبھی با چشمِ تر جاؤں

تمہارے نام لیوا بے خطر جاتے ہیں محشر میں
اشارہ ہو اگر مجھکو تو میں بھی بے خطر جاؤں

توجہ ان کرم پرور نگاہوں کی جو ہو جائے
مرا ایماں سنور جائے میں ایماں سے سنور جاؤں

سمجھ کر کوچہ جاناں میں جنت میں چلا آیا
کوئے جاناں تو طیبہ ہے میں جاؤں تو کدھر جاؤں

خلیل اب زادِ راہِ آخرت کی سعی احسن میں
مدینے سر کے بل جاؤں وہاں پہنچوں تو مر جاؤں

آرزوئے مدینہ

”سفرِ مدینہ طیبہ کی آرزو میں“

آتشِ فرقتِ حضرت کو بجھاتے جائیں
 دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جائیں
 گاہ بہلاتے ہوئے جائیں دلِ مضطر کو
 بیقراری میں کبھی آگ لگاتے جائیں
 اپنی قسمت کی رسانی پہ کبھی ناز کریں
 اپنی حالت پہ کبھی اشک بہاتے جائیں
 قطعِ منزل پہ جو وحشت کبھی آڑے آئے
 قصہ ہائے قرنی گا کے سناتے جائیں
 چھانٹتے جائیں ہجومِ غمِ عصیاں دل سے
 اپنی بگڑی ہوئی تقدیر بناتے جائیں
 سر کو بھی روکے رہیں جب ہوں مدینہ کے قریب
 دل کو آدابِ زیارت بھی سکھاتے جائیں
 شامِ غربت میں جو گہرائے دل زارِ خلیل
 صبحِ امید کے آثار بھی پاتے جائیں

صبحِ مدینہ

کچھ حقیقت بھی بتا جلوۂ جاناں ہم کو
لوگ کہتے ہیں ملاطور کا میدان ہم کو

ہجر مولیٰ کی نہیں تاب یہاں بھی رضواں
خلد میں چاہئے چھوٹا سا بیابان ہم کو

سر میں سودا ہے تو دل میں ہے تمنا ان کی
چشمِ بددور کہ کافی ہے یہ ساماں ہم کو

اللہ اللہ کہ ساحل کی ہے خود اس کو تلاش
اپنے دامن میں لئے پھرتا طوفاں ہم کو

خیر سے ہم بھی ہیں وابستہ دامنِ کرم
دیکھ آنکھیں نہ دکھا جو ششِ عصیاں ہم کو

شادی وصل کی تمہید ہے بہرانِ نبی
جان بھی جائے تو سودا ہے یہ ارزاں ہم کو

راہِ پرغار میں تنہا ہوں کٹھن ہے منزل
خضر رہ بجھنے اک گوشہ دامان ہم کو

جلوۂ طور سے ہے وادیِ سینا معمور
اُن کے جلووں نے کیا چشمِ چراغاں ہم کو

بات بگڑی ہوئی بن جائے خطا کوشوں کی
دیکھے گر چشمِ کرم اشکِ بدامان ہم کو

لہ الحمد وہ سرکار سے نسبت ہے ہمیں
خلد دے دیں جو ملے انکا بیاباں ہم کو

بے سبب صبحِ مدینہ کا نہیں پیارِ خلیل
راس آئی ہے مگر شامِ غریباں ہم کو

بہارِ طیبہ

جوشِ وحشت نے کیا باد یہ پیما مجھکو
خلد سے لائی ہے طیبہ کی تمنا مجھکو

دیکھ لوں آپ نے کس لطف سے دیکھا مجھکو
ہوش رہ جائے دم نزع بس اتنا مجھکو

اپنے پیاروں کے غلاموں میں جو پایا مجھکو
چشمِ حق میں نے بڑے پیار سے دیکھا مجھکو

اللہ اللہ مری چشمِ تصور کا کمال
کالے کوسوں سے نظر آتا ہے طیبہ مجھکو

باندھ رکھے ہیں مرے جوشِ حیرت نے قدم
کھینچ لے چل دلِ مشتاق مدینا مجھکو

کانٹے جن جن کے سیوں چاک گریباں اپنا
راہِ طیبہ میں رہے ہوش بس اتنا مجھکو

میں نہیں کہتا کہ کچھ ہوش رہے ہاں نہ رہے
سنگِ در پر ترے درکار ہے سجدہ مجھکو

آپ کے ہوتے نہیں کوئی تمنا واللہ
مل گئے آپ تو بس مل گئی دنیا مجھکو

میں نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن
کون پوچھے گا جو تم دو گے نکالا مجھکو

کوئے طیبہ سے تو لے چلنے کی ضد ہے ناصح
کس کو روؤنگا اگر خلد نہ بھایا مجھکو
میں تو سمجھا تھا کہ عصیاں مرے لے ڈوبینگے
رحمتِ حق نے مگر ڈھونڈ نکالا مجھ کو

غوثِ اعظم، ہے خلیلِ آپ کے در کا منگتا
اب تو دے دیجئے آقا کوئی ٹکڑا مجھکو

خندیدہ خندیدہ

کھنچا جاتا ہے دل سوائے حرم پوشیدہ پوشیدہ
 تصور میں قدم بڑھنے لگے لغزیدہ لغزیدہ
 دل بیتاب ہے اب کس لئے زاریدہ زاریدہ
 سلام شوق کو جاتا تو ہے طلبیدہ طلبیدہ
 وہ شیرینی ہے نام پاک کے میم مشدد میں
 کہ رہ جاتے ہیں دونوں لب بہم چسپیدہ چسپیدہ
 حقیقت کیا مگر، فرش بیاض دیدہ کی غافل
 ملائک پر بچھاتے ہیں یہاں لرزیدہ لرزیدہ
 وہ جس کی جستجو میں عرش اعظم بھی ہے سرگرداں
 اسے ٹوٹے دلوں نے پالیا پوشیدہ پوشیدہ
 لب اعجاز حضرت کی ہیں گویا دونوں تصویریں
 تبسم ریز یہ کلیاں وہ گل خندیدہ خندیدہ
 وہ اٹھی دیکھنے گرد سواری شاہ اسری کی
 چلی بادِ سحر مشکِ ختن سائیدہ سائیدہ

تعالیٰ اللہ یہ پاس خاطر عشاق ہے ان کو
 ہے تن پر خلعتِ شاہنشی بوسیدہ بوسیدہ
 وہ میرے ساتی کوثر نے کھولا بابِ میخانہ
 اٹھا وہ طیبہ سے ابر کرم باریدہ باریدہ
 شبِ اسری کے دولہا کی ضیا پاشی کا صدقہ ہے
 کہ ہیں شام و سحر شمس و قمر رخسیدہ رخسیدہ
 نہ ہوں کیوں کیف آور نہ ہتیں فردوسِ اعلیٰ کی
 اڑالائی ہے طیبہ سے صبا دُزدیدہ دُزدیدہ
 کریں گی ظلمتِ عصیاں سے نورِ مغفرت پیدا
 یہ پلکیں آپ کی شام و سحر نمدیدہ نمدیدہ
 یہ دیوانگی فرزانگی کا رنگ لائگی
 مدینے جانیگی میت مری رقصیدہ رقصیدہ
 یہ ہے شاہ و گدا پر فیضِ تعلیم نبوت کا
 کہ رہتے ہیں ایاز و غزنوی گرویدہ گرویدہ
 خلیل زار کو دیکھا تو ہوگا طیبہ میں ہمدم
 پڑا رہتا ہے دیوانہ سا کچھ بنجیدہ بنجیدہ



اغثنی یا رسول اللہ

زسرتاپا خطاکارم اغثنی یا رسول اللہ
گناہگارم گناہگارم اغثنی یا رسول اللہ

شکستہ پا شکستہ بال و پر خاطر پرا گندہ
زحال زار بیزارم اغثنی یا رسول اللہ

خدارا سوئے من بنگربہ دستِ کرم بر سر
کہ بر دوشِ زمیں بارم اغثنی یا رسول اللہ

تہی دست و تہی دامان گدایم بے سروسامان
ذلیل و رسوا و خواریم اغثنی یا رسول اللہ

بلطفت شادیِ مرگم بخاک طیبہ کن مولیٰ
بانجامے رسد کارم اغثنی یا رسول اللہ

نہ زاد راہ می دارم، نہ منزل راشا سایم
پریشانم پیے کارم اغثنی یا رسول اللہ

بہر رنگے گناہگارم، بہر موتے سیہ کارم
بہر لطف تو حقدارم اغثنی یا رسول اللہ

توئی مولیٰ توئی ملجا توئی ماویٰ توئی منجا
توئی یاور توئی یارم اغثنی یا رسول اللہ

غریق بحر عصیاں شد، متاع عز و ناموسم
سراپا ننگ ابرام اغثنی یا رسول اللہ

تو خود احوالِ ما بیچارگان را خوب تردانی
چہ پشت مدعا آرم اغثنی یا رسول اللہ

خلیلِ قادریم رد مکن دستِ سوالم را
ترا از تو طلبگارم اغثنی یا رسول اللہ

آقا کے سامنے

آتی ہے بادِ صبح جو سرور کے سامنے
 سر ٹیکتی ہے زلفِ معنبر کے سامنے
 شرمندہٴ جمالِ رانی ہیں مہر و ماہ
 کیا تاب لائیں روئے منور کے سامنے
 طوفِ حریمِ قدس کو دوڑے ہیں بار بار
 لوٹے ہیں خوب خوب ترے گھر کے سامنے

(ق)

وارفگانِ عشق سے کچھ بھی بعید تھا
 سجدے جو کرتے روضہٴ انور کے سامنے
 دیکھونگا کیا بگاڑے گا طوفاںِ معصیت
 جاؤں گا ظنِ لطف میں داور کے سامنے
 ہم سے خراب حالوں کا بس تم ہو آسرا
 اب ہم تو آپڑے ہیں اسی در کے سامنے
 اللہ رے جوشِ عشق کہ فردوس چھوڑ کر
 پہنچا خلیلِ روضہٴ اطہر کے سامنے

دامنِ مصطفیٰ

یہ حسرت ہے تمنا بن کے لپٹوں ان کے داماں سے
رہائی جب ملے مجھ کو اس آبِ و گل کے زنداں سے

مری مٹی ٹھکانے لگ چکی تھی فضلِ یزداں سے
صباِ ناحق اڑالائی مدینے کے بیاباں سے

خدا شاہد زمانہ سرکٹاتا حسنِ یوسف پر
نمک تھوڑا سا مل جاتا اگر ان کے نمکداں سے

ترے قرباں بتادے کیوں یہ طوفاں پانی پانی ہے
تری رحمت نے بڑھ کر کیا کہا سیلابِ عصیاں سے

مہ و خورشید سے کہہ دو کہ آئیں بھیک لینے کو
ہوید اوہ ہوتے جلوے پھر ان کے یوسفستاں سے

یہ کس کی یاد میں رہ رہ کے قلب مضطرب رویا
یہ کیسے آج موتی جھڑ رہے ہیں نوک مڑگاں سے

پھنسی ہے کشتیِ ملت بھنور میں یارِ سول اللہ
اشارہ آپ کا گر ہو نکل جائے یہ طوفاں سے

نہ یوں بیتاب ہو قلبِ حزیں آنے تو دے انکو
گرایا بے خودی نے اور میں لیٹا اُن کے داماں سے

خلیل ان کا ہے تو پھر خوف کیا دنیا کے کتوں کا
سگانِ یار تو ڈرتے نہیں ہیں شیرِ نیماں سے



امیدوار رسول

آغوش میں رحمت کی پہنچوں گر ان کا اشارہ ہو جائے
مدت سے تڑپتی ہے دل میں پوری یہ تمنا ہو جائے

اے ماہِ عرب پھر مہ کی طرف اک اور اشارہ ہو جائے
پھر کفر کی ظلمت مٹ جائے پھر نور دوبالا ہو جائے

اعمال پہ اپنے غور کیا تو دل میں ہوا اک حشر بپا
ہاں شافعِ محشر تم چاہو تو دور یہ دھڑکا ہو جائے

اے چشمِ ندامت بہہ کے ذرا امید شفاعت کر پیدا
ہر موجِ معاصی ممکن ہے رحمت کا سفینہ ہو جائے

ہنگامِ سجود اے جوشِ جہیں لازم ہیں ادب کے بھی آئیں
سجدوں کی فروانی میں کہیں ہنگامہ نہ برپا ہو جائے

اس ہند سے طیبہ کو جاؤں سرِ روضہ اقدس پر رکھوں
سر رکھ کے میں پھر اس وقت اٹھوں جب روح روانہ ہو جائے

اے آتشِ عشقِ روئے منور اور بھڑک کچھ اور بھڑک
یہ جاں ہو رخِ انور پہ فدا اور ان کا نظارا ہو جائے

ہو پاسِ شریعت بھی کامل اور آن رہے مدہوشوں کی
جب گرد ترے روضے کے پھروں انداز کچھ ایسا ہو جائے

اے بادِ صبا طیبہ جا کر، کہنا کہ خلیلِ خستہ جگر
فرقت میں تڑپتا ہے یکسر ہو حکم تو طیبہ ہو جائے



شوقِ دید

تسلیٰ دلِ ناشاد فرمائی نہیں جاتی
 حضورِ ابِ خواب میں بھی شکل دکھلائی نہیں جاتی
 نہیں جاتا مرا شوقِ تلاشِ کوچہِ جاناں
 نہیں جاتی تمنائے جبینِ سائی نہیں جاتی
 ضرورت ہے کمالِ جذب کی راہِ محبت میں
 زمینِ کوچہِ جاناں کہاں پائی نہیں جاتی
 مرے آقا تری امت سے بخت و وقت روٹھے ہیں
 یہ گھٹی ایسی ابھی ہے کہ سلجھائی نہیں جاتی
 کہاں وہ شوقِ اظہارِ تمنائے دلِ محزون
 کہاں اک بات بھی ہونٹوں پہ اب لائی نہیں جاتی
 تعالیٰ اللہِ زیبائیِ وجہِ احمدِ مرسل
 کہ جلوے لا تُعَد ہیں پھر بھی یکتائی نہیں جاتی
 اگرچہ ہاتھ خالی ہیں مگر ہر شے کے والی ہیں
 خلیل ان کے گدا کی شانِ دارائی نہیں جاتی

دردِ عشق

اے جذبہ محبت کچھ جذبِ دل دکھادے
طیبہ کی ہر گلی میں کعبہ مرا بنادے

اے صر صر محبت طیبہ اڑا کے لے چل
لہو اب ٹھکانے مٹی مری لگا دے

رہ رہ کے پھر جہیں میں سجدے تڑپ رہے ہیں
اے خضرِ عشق راہِ کوئے نبی بتا دے

بخشا ہے گر زباں کو ذوقِ شراب تو نے
ساقی میں ترے صدقے کوثر کی مے پلا دے

آدابِ بندگی سے واقف نہیں ہے یہ دل
کچھ دردِ عشق دے کہ دردِ آشنا بنادے

جو آہ لب سے نکلے دمِ ان کا بھرتی نکلے
اے عشقِ روئے انورِ دل میں وہ لو لگا دے

اٹھتی ہوئی ہیں موجیں بڑھتا ہوا ہے طوفاں
بگڑی بنانے والے بگڑی مری بنادے

آکر سگانِ طیبہ میت مری اٹھائیں
اے رحمتِ دو عالم اتنا تو مرتبا دے

رحمت تری قریں ہے ٹوٹے ہوئے دلوں سے
پچھڑے ہوؤں کو یارب اک بار پھر ملادے

تیری عطا فزوں ہے میری طلب کا منہ کیا
میری طلب سے افزوں اے میرے کبریا دے

ہر صبح، شام سی ہے ناکامِ زندگی کی
ہر شامِ زندگی کو میری سحر بنادے

پھر معصیت نے ڈیرا ڈالا ہے گردشوں کا
یارب مجھے پناہِ دامنِ مصطفیٰ دے

یارب خلیلِ مضطر ہے خوار و زار و ابتر

اتھے میاں کا صدقہ اچھا مجھے بنادے

درِ رسول

غازۂ دین غبارِ رہِ جانان ہو جائے
 رہروِ دشتِ مدینے کا یہ سامان ہو جائے
 کیوں نہ نازاں ہو مقدر پہ میسر جس کو
 خاک بوسّی درِ شاہِ رسولاں ہو جائے
 مجھکو فرصت نہ ملے طیبہ سے لوٹ آنے کی
 وصلِ دائم سے مبدلِ غم ہجراں ہو جائے
 اے ملیحِ عربی تیری ملاحات کے ثمار
 لطف آئے جو ہر اک زخمِ نمکداں ہو جائے
 کوئے جانان میں ہوں یوں پاسِ ادب ہے ورنہ
 پرزے پرزے تو ابھی جیب و گریباں ہو جائے
 بلبیلِ باغِ مدینہ جو چہک اٹھے خلیل
 باغِ فردوس کا ہر مرغِ غزلِ خواں ہو جائے

شفیعِ اُمّت

فراقِ مصطفیٰ میں جان و دل کی غیر حالت ہے
جنوں آنکھیں دکھاتا ہے گریباں گیر وحشت ہے

دل بیتاب وہ شاید بلانے کو ہیں طیبہ میں
ٹپکنا زخم کا تمہیدِ فتح بابِ قسمت ہے

بلائیں لے رہا ہوں معصیت کوشی کی رہ رہ کر
مرے عصیاں کی ظلمت آئینہ دار شفاعت ہے

کمالِ صنعت صانعِ عیاں ہے روئے تاباں سے
کہ شکرِ زاملاحت ہے نمک آگیاں صباحت ہے

سگانِ کوئے طیبہ سے گلے ملِ مل کے روتا ہوں
مری دیوانگی واللہ صدر شک فراست ہے

اب ایسے میں بن آئی ہے گنہگارِ اُمّت کی
رضا جو ہے محب، محبوب سرگرم شفاعت ہے

گزرتے ہیں خیالِ عارض و گیسو میں روز و شب
مری ہر شامِ عسرت، ابتدائے صبحِ عشرت ہے

ذرا جھوٹے ہی کو تردامنو! تر آتیں کرلو
 بہانہ ڈھونڈتی بہر شفاعت ان کی رحمت ہے
 تجلی پڑ رہی ہے من رانی قدرائی الحق کی
 مرا آئینہ دل جلوہ گاہ نور وحدت ہے
 کہاں تک کیجئے تفسیر سبحان الذی اسری
 کہ آغوشِ دنی میں مصطفیٰ کا قصر رفعت ہے
 تصور میں وہ آ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں
 تکا کرتی ہے منہ جلوت مری خلوت وہ خلوت ہے
 چھلکتی ہے یہاں جام و سبو سے لذت کوثر
 ولایت در حقیقت چاشنی گیر نبوت ہے
 مری نظریں اڑا لائی ہیں کس کا جلوہ رنگیں
 کہ چشم نامرادی سے ٹپکتا خون حسرت ہے
 خلیل اب بے خودی کے ہاتھ ہے شرم و حیا میری
 کہ وہ آتے ہیں اور دل کو مچل جانکی عادت ہے

آستانِ نبی

درِ پاکِ مصطفیٰ پر اگر ہم بھی آتے جاتے
 تجھے کیا بتائیں اے دل جو تجھے وہاں دکھاتے
 تیری رحمتوں کے جھونکے جو انھیں نہ گدگداتے
 نہ یہ پھول مسکراتے نہ چمن ہی کھلکھلاتے
 نہیں بے سبب فلک پر یہ چراغ ٹمٹماتے
 تری خاک رہزور سے ہیں مگر نظر چراتے
 بخدا کہ طور کا سا کبھی ہم بھی لطف اٹھاتے
 جو تمھارے روئے زیبا کسی طور دیکھا پاتے
 وہ چلی نسیمِ رحمت وہ بڑھے شفیقِ محشر
 وہ لپٹ رہے ہیں دیکھو میری معصیت کے کھاتے
 دل بے قرار کو پھر حرمِ نبی دھن ہے
 چلو زائرِ مدینے بہ ادب قدم بڑھاتے
 یہ سراغِ معرفت ہے یہی رازِ بندگی ہے
 کہ یہ آستان نہ ہوتا تو جنہیں کہاں جھکاتے
 یہ مری خودی نے مجھکو کیا پائمال ورنہ
 کہیں ان کے آستان سے بھلا ہم بھی اٹھاتے
 تو خلیل چیز کیا تھا تجھے کون پوچھتا تھا
 ترے مرشدِ گرامی جو نہ حوصلے بڑھاتے

نعت نبی

شرابِ خلد کی اے دوست گفتگو کیا ہے
 زلالِ شہ ہو میسر تو یہ سبو کیا ہے
 عذابِ نار خبر ہمیں کہ تو کیا ہے
 مگر کسی کی شفاعت کے روبرو کیا ہے
 خیالِ زلفِ رخِ شہ میں غرق رہتا ہوں
 نہ پوچھئے مری دنیاے رنگ بو کیا ہے
 جو تیری راہ میں پائیں قبولیت کا شرف
 تو لاکھ جانیں بھی قرباں یہ اک گلو کیا ہے
 خدا گواہ مری ہر مراد بر آئے
 حضور اتنا جو کہدیں کہ آرزو کیا ہے
 خلیلِ تجھ سا سیاہ کار اور نعتِ نبی
 یہ فیضِ مرشدِ برحق ہے ورنہ تو کیا ہے



طیبہ کا چاند

خیرت میں غرق جلوۂ شام و سحر رہے
 طیبہ کا چاند دل میں اگر جلوہ گر رہے
 ہاں سوئے روضہ سجدوں کا لے محنتِ حساب
 ہم محوِ بے خودی ہیں یہ پیشِ نظر رہے
 انورِ قربِ روضہ کا ہونے لگا نزول
 اے میرے بے خبر ذرا اپنی خبر رہے
 حقا کہ پیشوائی کو بڑھتی ہیں رحمتیں
 کیوں پھر دعائے نیم شبی بے اثر رہے
 اللہ اے ناخدائی امیدِ مغفرت
 طوفانِ معصیت میں بھی ہم بے خطر رہے
 (مقطع دستیاب نہ ہوا)

owaisology



شہ کوثر

سنگِ درِ جانال ہے اور ناصیہ فرسائی
یارِ میرے سجدوں کی ہو جائے پذیرائی

اُس جلوۂ زیبا کے اللہ رے شیدائی
خود آپ تماشا ہیں خود آپ تماشائی

ہو راہِ مدینہ میں یوں بادِ یہ پیمائی
ہر گام پہ سجدوں کی ہو انجمنِ آرائی

رہتی ہے نگاہوں میں فردوس کی رعنائی
خاکِ طیبہ ہے یا سرمۂ بینائی

بخشی ہے میحائی تم نے ہی میحا کو
تم جانِ میحا ہو، تم جانِ میحائی

اخلاق و محاسن میں، افضال و محامد میں
خالق نے تمہیں بخشی ہر شان میں یکتائی

بے اُن کے توسط کے، مانگے بھی نہیں ملتا
بے ان کے توسل کے پرکشش ہے نہ شنوائی

ہاں ان کے گداؤں میں، شامل ہیں سلاطین بھی
ہاں ان کے گداؤں پر قربان ہے دارائی

یادِ شہ کوثر میں، دل ہے یوں طرب آ گئی
جیسے کہیں بجتی ہو فردوس میں شہنائی

دہلیز پہ روضہ کی نذرانے میں جاں دیدی
اللہ غنی میں اور یہ سطرۂ دانائی

رحمت نے خلیلِ ان کے دامن میں اماں بخشی
جب بھی مرے عصیاں نے چاہی مری رسوائی

قصیدہ سراپا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کچھ اوجِ بارگاہِ مدینہ کروں رقم
 اے حور شاخِ طوبیٰ سے لانا ذرا قلم
 اللہ کس قدر ہے یہ دربارِ محترم
 بے اذنِ جبریل بھی رکھتے نہیں قدم
 کوئی، عجب نہیں ہے کہ ہو روشِ ارم
 محبوب کا حرم ہے یہ محبوب کا حرم
 آنکھیں نہیں، بجھے ہیں یہاں اہلِ دل کے دل
 رکھیں قدمِ ادب سے سلاطینِ ذی حشم
 زاہدِ حریمِ کعبہ کی تسلیمِ حرمتیں
 لیکن رسولِ پاک سے منسوب وہ حرم
 چھایا ہوا فضائے مدینہ یہ ابر ہے
 برے گامے کشوں کے لئے لکھ کر
 میری نظر میں صرف یہی وہ مقام ہے
 ملتے ہیں جس مقام سے دنیاؤں دیں بہم
 جن و بشر کجا، ہیں ملائکِ نیاز مند
 ہر اک بقدرِ ظرف ہے معمورۂ نعم

اس آستان کا فیض ہے ہر ذی نفس پہ عام
 اے دل تجھے کہاں، ابھی اندازہ کرم
 اس سر زمیں سے عرش بریں کو ہیں نسبتیں
 اس سر زمیں کا وادیٰ ایمن پہ ہے قدم
 یہ آستان ہے قبلہ نما و خدا نما
 یہ آستان ہے کعبہ ایماں کا مستلیم
 یہ آستان ہے باعث تخلیق کائنات
 مربوط اس آستان سے ہے ماوشما کا دم
 شاہان کجکلاہ، گدایان بارگاہ
 ہیں ان کے خانہ زاد سلاطین ذی حشم
 دونوں جہاں کے ہیں وہی مخدوم و مقتدی
 دونوں جہاں انہیں کے ہیں محکوم و محکم
 میں کیا کہ جبریل جو مدح و ثنا کریں
 واللہ اُس تمام سے ہیں افضل و اتم
 بلکہ تمام دفترِ اوراق کائنات
 اس کی ثنا میں ایسے جیسے کہ یم سے نم
 القصہ دو جہاں میں ہیں مخصوص آپ سے
 وہ رعیتیں کہ جنکا نہیں کوئی ہم قدم
 موجیں سی اٹھ رہی ہیں سرور و نشاط کی
 لہریں سے لے رہا ہے دل بے نیازِ غم

توفیقِ خیر مجھکو جو ربِ قدیر دے
مضمون ہو اُن کے حسنِ سراپا کا مرسم
تصویر ہے جمال و جلالِ الہ کی
یعنی وہ رخ ہے آئینہ جلوۂ قدیم
اللہ ان عذاروں کی جلوہ طرازیں
گواہ ہیں ایک برج میں شمس و قمر بہم
عرشِ بریں پہ پہنچوں اگر سر کا نام لوں
چھیروں جو ذکرِ پا تو سرِ سروریں ہو خم
حیرت میں ہوں کہ گوہر دندان کو کیا کہوں
کہدوں جو کہکشاں کو دَر ہائے منظم
سینہ ہے طور سینا تو دل مرکزِ جمال
لب مصدرِ فیوض، دہن منبعِ حکم
تبیان ہو جو اُن کے بیان و زبان کا
بے جا نہیں، عرب کو میں کہدوں اگر عجم
جیسے سوادِ بحر پہ کرنیں ہوں موجزن
یوہیں جہیں پہ جلوہ فگنِ موجبہ کرم
ترساں میں گیر و ترسا، عجب رعب و داب ہے
لرزاں ہیں ان کے نام سے بتخانوں میں صنم
تسلیم و تسلیم کا صدق مجھے بھی دو
کوثر کے شاہ، ساقیِ میخانہ حرم

یہ روسیابیاں نہ کریں روسیاء مجھے
 میرے حضور، دافعِ کرب و غم و الم
 لوٹا ہے مجھکو دردِ غم روزگار نے
 توڑا ہے مجھ پہ گردشِ ایام نے ستم
 اور اس پہ میری شامتِ اعمال مستزاد
 تردائی کے ساتھ تہی دامن کا غم
 ہر کس متاعِ خویش را دارد بہائے بیش
 آں روسیاء کہ بچ میرزد منم منم
 ہد ہوں مگر میں اچھے سلمیاں کا غلام ہوں
 غوثِ الوریٰ کا صدقہ خدایا کرم کرم
 یا رب تجھے انہیں کی اداؤں کا واسطہ
 یا رب تجھے انہیں کی رضا جوئی کی قسم
 مولیٰ ہوں، بے حساب عطایا مجھے عطا
 یعنی بقدرِ جرم و خطا ہو ترا کرم
 ہو اپنے مرشدوں کے جلو میں جہاں رضا
 یعنی جہاں ہو سایہ کناں قادری علم

۱۔ ضیاء الاصفیاء حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

م ۱۲۳۵ھ

۲۔ امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

م ۱۳۳۰ھ

اور غلغلہ جہاں پہ محمدؐ سمیاں کا ہو
 ہوں خیمہ زن جہاں مرے سرکار کے قدم
 فرمائیں مجھ سے شاہِ مدینہ کہ ہاں خلیل
 محبوب کا حرم ہے یہ محبوب کا حرم
 اور میں کروں یہ عرض کہ بندے کی کیا بساط
 کچھ شانِ بارگاہِ مدینہ کرے رقم
 آئے پسند خاطر اقدس مرا کلام
 سرکار کا کرم ہے یہ سرکار کا کرم
 سن کر مرا قصیدہ یہ فرمائیں شاہِ دیں
 تو مستحق ہے خلعتِ فاخر کا، لاجرم
 اتنے میں قدسیوں سے اٹھے شورِ مرحبا
 اور میں کہوں کہ یہ بھی ہے منجملہ کرم
 سچے تاجِ العلما و اولادِ رسول حضرت سید شاہ محمد میاں قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

م ۱۳۷۵ھ

owaisology

مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں

”عرضِ احوالِ واقعی“

اے کہ ذاتِ تو تجلی گاہِ نور ایزدی
 اے بذاتِ تو مزین مسند پیغمبری
 اے کہ نوری پیکرِ تو ظلِ ذاتِ سرمدی
 اے بفرقِ پاکِ تو موزوں کلاہِ سروری
 اے کہ درشانِ تو واردِ رحمتِ للعلیین
 اے کہ جانِ غمزہ را صبر و تسکین آمدی
 گفتگوئے تست شرحِ مامضی و ما غبر
 ”کیف اندازِ تکلم رشکِ قندِ پاری
 دیگرال را کے سزد شانے کہ تو داری شہا
 پایہِ زیرین تو اعلیٰ زبامِ قیصری
 طرہُ الفقرِ فخری تیری شانِ امتیاز
 تیرے ٹھکرائے ہوئے ہیں تاج و تختِ خسروی
 تاجِ والے جبہ فرساہیں تری سرکار میں
 موجبِ جاہ و چشم ہے کفشِ برداری تری
 تیری تابش سے منور ہیں زمیں و آسماں
 تیرے ذروں سے درخشاں گنبد نیلو فری

ہے وجود پاک تیرا رونق بزم جہاں
 تیرے باعث گلستانِ دہر میں ہے تازگی
 غلغلہ ہے آج تک بزم ملائک میں ترا
 آج تک ہے محوِ استعجاب چرخِ چنبیری
 تیرے قدموں سے ہے وابستہ بہارِ کائنات
 منتجب ہے تیرے دامن سے نشاطِ زندگی
 یا انیس الہالکین التفاتے سوئے ما
 یا مُراد العاشیقن یک نگاہِ دلہی
 یا شفیع المذنبین جرمِ مارادر گزار
 رحمۃً للعلمین ملجا و ماویٰ تویی

خیز کہ افواجِ باطل جنگ جو یاں آمدند
 باسنان و تیر و پیکاں بر مسلمان تاختند

یا رسول اللہ حالِ بندگانت بنگری
 گوشہ چشمِ کرم اللہ بر ما ہم کنی
 دیکھئے حسرت زدوں کا دم لبوں پر آچکا
 دیکھئے ناموسِ مسلم کی ہوئی عصمت دری
 خوبیِ تقدیر ہو یا بخت کی گردش کہ ہے
 کامیابِ زندگی، ناکامیابِ زندگی

خم کے خم ہیں مغربی میخانہ توحید میں
 ساقیانِ قوم ہیں مست شرابِ مغربی
 صرصر تہذیبِ یورپ چل رہی ہے ہر طرف
 گلستانِ زیست میں اڑنے لگی ہے خاک سی
 کشتیِ علمِ شریعت کی خبر تو لیجئے
 بڑھتا ہی جاتا ہے طوفانِ علومِ فلسفی
 دشمنانِ مذہب و ملت ہیں سرگرم و غا
 قصرِ ملت ڈھا رہے ہیں ملحدانِ نیچری
 ڈھونڈتے ہیں شاہراہِ اک اور مسلم کیلئے
 پردۂ اسلام میں، اسلام سے بالکل بری
 مدعا یہ ہے کہ ان کی خواہشیں آزاد ہوں
 آرزو یہ ہے کہ ملت کی بنے صورت نئی
 کفر پر ایمان لائیں اور کہیں ایماں کو کفر
 کجروی کو دیں یہ سمجھیں اور دیں کو گم رہی
 دستگیرا! بے کسوں کی دستگیری کیجئے
 لٹ گئے ہم یا رسول اللہ دہائی آپ کی
 جان کھینچ لے رہا ہے انقلابِ حشرِ زرا
 خون چوسے لے رہے ہیں عیسوی و موسوی

ہاں بجا ہے ہم اسی قابل تھے جیسے ہو گئے
 لیکن اے سرکار امت آپ کی ہے آپ کی
 آپ گر روٹھے رہیں گے پھر ہمارا کون ہے
 کون ہم آفت کے ماروں کی کریگا دلہی
 وقت ہے امداد کا سرکار اب تو آئیے
 پھر نہ رونے کے لئے آئے گی ہم کو بے کسی
 بول بالا ہو ترا اے دستِ تو دستِ خدا
 اب تو بھر دے جھولیاں منگتاؤں کی میرے غنی
 پھونک دے پھر انجمن میں جذبہ باطل شکن
 ڈال دے ہر مردہ تن میں روح جوشِ غزنوی
 صدق دے صدیق کا عثمان کی شرم و حیا
 عدل دے فاروق کا اور زورِ بازوئے علی
 حَزْرَ مَنْ لَا حِزْزَ لَہْ یَا مُصْطَفٰی یَا مُجْتَبٰی
 باہزاراں التجا گوید خلیلِ قادری
 ثروتِ بے ثروتاں اے دولتِ بے دولتاں
 ماغریبان و گدایاں ہم تو سلطان و شہی
 از غم دُنیا و ہم عقبی شہا آزاد گن
 پادشاہا! سرورا! بہر خدا امداد گن

دیوانِ شفاعت

قطعہ نعتیہ

یہ مانا میرے عصیاں کی نہیں ہے کوئی مدد شاہا
مجھے تسلیم اپنی ہر خطا بے رد و کد شاہا

مگر تم چاہو تو ہر جرم، رحمت سے بدل جائے

کہ دیوانِ شفاعت میں تو ہے ایسی بھی مدد شاہا

owaisology

سرکار کی گلی میں

قطعہ نعتیہ

دنیاے رنگ و بو میں جلوہ طراز ہو جا

یعنی غبارِ راہِ شاہِ حجاز ہو جا

سجدے جمیں کے وقفِ درگاہِ نازِ کردے

سرکار کی گلی میں جانِ نیاز ہو جا

مصطفیٰ دامان

قطعہ نعتیہ

اتنا تو مرے سرورِ تقریب کا ساماں ہو
جب موت کا وقت آئے اور روح خراماں ہو

دنیاۓ تصور میں دربارِ ترا دیکھوں
سر ہو ترے قدموں پر، سر پر ترا دامان ہو

توبہ توبہ

قطعہ نعتیہ

بھروسہ ہے ہمیں تو شافعِ محشر کی رحمت کا
نہ ہوا ایماں جسے لَا تَقْنَطُوا پر وہ کرے توبہ

امیدِ عفو و بخشش پر تو عصیاں کو خریدا تھا

تری رحمت سے میں مایوس ہو جاؤں ارے توبہ

تمنا

تڑپ رہا ہے خلیل اس قلق میں طائرِ روح
کہ شاخِ نخلِ مدینہ پہ آشیاں نہ ہوا

owaisology

حاضریِ طیبہ

اس دل لگی میں کام مرا بن گیا خلیل
طیبہ کو کھینچ لے گئی دل کی لگی مجھے

صلوٰۃ و سلام بدرگاہِ خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام

اس کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر شعر کا دوسرا مصرعہ کلامِ رضا سے مستفاد ہے۔ مرتب

شام و سحر سلام کو حاضر ہیں السلام شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام

سب تاجور سلام کو حاضر ہیں السلام جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام

بس اک نگاہِ لطف شہنشاہِ بحر و بر

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام

سرخم ہر ایک اوج کا ہے درپہ آپ کے

سب کروفر سلام کو حاضر ہیں السلام

گل ہیں ثارِ قدموں پہ خم ہے جبین کوہ

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام

اے جانِ کائنات و مقصودِ کائنات

سب خشک و تر سلام کو حاصل ہیں السلام

راحت ملی ہے دامنِ عالم پناہ میں

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام

حاضر ہیں سب دعاء و تمنا کے ساتھ ساتھ

عرض و اثر سلام و حاضر ہیں السلام

اٹھ جائے ہر نگاہ سے اب تو ہر اک حجاب

اہلِ نظر سلام کو حاضر ہیں السلام

چارہ گرِ خلیل و میحائے کائنات خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام

مناقب

owaisology

سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رضی اللہ عنہ

منقبت

برائے عرس نوری رجب ۱۲۷۳ھ مارہرہ مظہرہ ارسال کردہ شد

تعالیٰ اللہ یہ ہے اوجِ مقامِ احمدِ نوری
کہ قدسی ڈھونڈتے پھرتے ہیں بامِ احمدِ نوری

نہ کیوں لذتِ دہ کوثر ہو بامِ احمدِ نوری
شہِ تسنیم سے ملتا ہے نامِ احمدِ نوری

جہاں پر فضلِ مولیٰ ہے بنامِ رحمتِ عالم
جہاں میں رحمتِ حق ہے بنامِ احمدِ نوری

یہاں سے کالے کوسوں دور ہیں تاریکیاں شب کی
منور صبحِ طیبہ سے ہے شامِ احمدِ نوری

کلامِ احمدِ نوری کلامِ حقِ تعالیٰ ہے
کلامِ حقِ تعالیٰ ہے کلامِ احمدِ نوری

غلاموں کو سراغِ منزلِ مقصود بتلا جا
تو کس منزل میں ہے ماہِ تمام احمدِ نوری

خدایا گلشنِ برکات سے ہم برکتیں پائیں
پھلے پھولے سدا نخلِ مدام احمدِ نوری

مری جانب سے عرضِ اشتیاقِ دیدِ کر دینا
صبا جاتے جو تو بہرِ سلام احمدِ نوری

محبی آیہِ تطہیر سے ہے پاک دامانی
زہے اکرامِ اجدادِ کرام احمدِ نوری

ملے مجھ روسیہ کو بھی تری تئویر کا صدقہ
میں صدقے تیرے اے فیضانِ عام احمدِ نوری

یہ نسبت ہی خلیلِ زار کو دارین میں بس ہے
کہ ہے پروردہ فیضِ مدام احمدِ نوری

”عنوان معرفت ہے مقام ابوالحسن“

منتقبت

عر رجب شریف ۸۲ھ

وہ جام دے ہو جس میں زلالِ ابوالحسن
 ساقی پھر آرہا ہے خیالِ ابوالحسن
 امید وار ایک تجلی کے ہم بھی ہیں
 نظروں کو ہے تلاشِ جمالِ ابوالحسن
 تصویریں ہیں یہ جاہ و جلالِ حضور کی
 جاہِ ابوالحسن و جلالِ ابوالحسن
 یا رب میری جبین سے کبھی آشکار ہو
 تابندگی ماہِ جمالِ ابوالحسن
 پیتے ہیں، مے پرستی کا الزام بھی نہیں
 زاہد یہ دیکھ جامِ سفالِ ابوالحسن
 قادر ہے وہ، جو چاہے تو یوں موت دے مجھے
 یہ سر ہوا اور خاکِ نعالِ ابوالحسن
 معراجِ زیست ہو جو کہیں عزریل یوں
 آ اے خلیلِ شیریں مقالِ ابوالحسن

مدحتِ احمد رضا رضی اللہ عنہ

منقبتِ اعلیٰ حضرت محدثِ بریلوی قدس سرہ
اللہ اللہ نو بہارِ عظمتِ احمد رضا
غنجہ غنجہ ہے زبانِ مدحتِ احمد رضا

سایہِ قصرِ دنی میں منزلتِ پایا ہوا
کتنا اونچا ہے مقامِ عزتِ احمد رضا

قربِ حق کی منزلوں میں گم نہ ہوں کیوں رفعتیں
جلوہ گاہِ مصطفیٰ ہے رفعتِ احمد رضا

مصطفیٰ کی بھینی بھینی نگہتوں میں تہ بہ تہ
مہکی مہکی ہے فضائے نکبتِ احمد رضا

التفاتِ جلوۂ غوثِ الوریٰ سے منسلک
رشتہ صد جلوت ہے یعنی خلوتِ احمد رضا

لحنتِ لختِ دل ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ضو سے باغِ باغ
ماہِ طیبہ کی ضیاء ہے طلعتِ احمد رضا

نور آنکھوں کو ملا خلوت گہ دل کو سرور
جب تصور نے سنواری صورتِ احمد رضا

پھکی پھکی سی ہے ساقی، صبح و شامِ زندگی
آئے پھر گردش میں جامِ لذتِ احمد رضا

پھولتا پھلتا رہے گا باغِ مارہرہ مدام
کہہ رہی ہے یہ بہارِ برکتِ احمد رضا

بارک اللہ فیضِ عامِ حضرتِ اچھے میاں
اتھے اچھوں کا ہے قبلہ سیرتِ احمد رضا

جو غلیلِ زار کو اعزاز بخشا آپ نے
وہ بھی ہے اک شرمسارِ نسبتِ احمد رضا

(یہ منقبت بحیثیت صدر مشاعرہ پڑھی گئی، مشاعرہ دارالعلوم احسن البرکات میں ہوا تھا)

حق نما ہے رضا

جلوۂ قدرت خدا ہے رضا

نخل آیات کبریا ہے رضا

پر تو شانِ مصطفیٰ ہے رضا

سایہ فضل مرتضیٰ ہے رضا

صبح ایمان کی ضیا ہے رضا

شام عرفان کی جلا ہے رضا

کعبہ عشق اصفیا ہے رضا

قبلہ شوق اذکیا ہے رضا

اعلیٰ حضرت مجددِ ملت

الہمنت کا مقتدا ہے رضا

وارثِ وارشان علم نبی

عطرِ مجموعہ ہدیٰ ہے رضا

فقہ حنفی کے بے مثال فقہ

بو حنیفہ کا لاؤلا ہے رضا

مفتی مبتدی ہیں جن کے حضور
ایسے لاکھوں کا منتہا ہے رضا

آبِ کینہِ فَقْدِ رَأٰیِ الْحَقِّ کا
سچ تو یہ ہے کہ حق نما ہے رضا

شاہِ بغداد کی توجہ سے
قادیوں کا رہ نما ہے رضا

اتھے اچھوں سے نسبتوں کے طفیل
اتھے اچھوں کا پیشوا ہے رضا

باغِ برکات کی بہارِ نو
ہاں رضا ہاں رضا، رضا ہے رضا

کوئی مشکل نہیں مجھے مشکل
میرا مشکل کشا رضا ہے رضا

ایں ہم از فیضِ مرشد است غلیل
جلوہ فرمود گاہے گاہے رضا

گلستانِ قاسمی

منقبت حضرت مرشد برحق شاہ ابوالقاسم عرف شاہ جی میاں قدس سرہ
برموقع عرس شریف صفر ۱۳۶۶ھ

اللہ اللہ کس قدر ہے عز و شانِ قاسمی
ڈھونڈتے پھرتے ہیں قدسی آستانِ قاسمی

جونبار معرفت، کام و دہانِ قاسمی
غرق موجِ ہو، کلامِ درخشانِ قاسمی

واقفِ اسرارِ حق ہے رازدانِ قاسمی
نکتہ سنج و نکتہ رس ہے نکتہ دانِ قاسمی

ہے حبیبِ حق کی رحمت غوثِ اعظم کا کرم
لہلہاتا ہی رہے گا یوتانِ قاسمی

غینچہ غینچہ اس چمن کا سو بہاریں لائے گا
پھولتا پھلتا رہے گا گلستانِ قاسمی

ہیں جو انکے ماہ و خوراک تو پھر کہنا ہی کیا
ہیں مثالِ مہ نجومِ آسمانِ قاسمی

سر جھکاتے ہیں ادب سے آستانِ پاک پر
قدروالے ہی ہوئے ہیں قدردانِ قاسمی

ہے حجابِ اکبر ان سے کینہ و بغض و حسد
کورِ باطن کیسے دیکھے عز و شانِ قاسمی

پر بچھاتے ہیں ملائک جن قدموں کیلئے
ان کی حسرت ہے کہ سر ہو پائیدانِ قاسمی

دین کا ڈنکا بجاتے پھر رہے ہیں چار سو
خادمانِ دین حق ہیں خادمانِ قاسمی

دھوم مچ جائے گی ہر سو آگئے باطل شکن
سانس جب منزل پہ لے گا کاروانِ قاسمی

سلسلہ ملتا ہے ان کا سرور کوئین سے
مدحِ خوانِ مصطفیٰ ہیں مدحِ خوانِ قاسمی

ان کے بدخواہوں کا حصہ ہے خسارِ دو جہاں
شاد ہیں کوئین میں پیر و جوانِ قاسمی

طائرانِ قدس بھی مست ترنم ہیں خلیل

زندہ باشی اے ہزار بوستانِ قاسمی

نذرِ عقیدت

تجلی حق شمع عرفانِ قاسم محمد مصطفیٰ ﷺ کا جلوہ ہے لمعانِ قاسم
 ذرا دیکھئے تو ہے کیا شانِ قاسم کہ ہے حق معنوں بہ عنوانِ قاسم
 بصد رشک رضوان ہے اللہ اللہ ذرا دیکھئے شانِ در بانِ قاسم
 گھٹائیں بنیں حلقہ بدرِ کامل جو رخ پر گری زلفِ پیچانِ قاسم
 عجب جمگھٹا میکدے پر لگا ہے کہ قاسم ہیں اور تشنہ کامانِ قاسم
 عدو کے لئے آپ قہر خدا ہیں کہ باطل ہے لرزاں یہ ہے شانِ قاسم
 شرابِ محبت کے متانے آئے عطا ہو کوئی جامِ عرفانِ قاسم
 رہے بے خودی محبت ہمیشہ نہ چھوٹے کہیں دست و دامانِ قاسم
 مجھے خوف کیا ہے مرے پاساں ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ، علی، غوث و پیرانِ قاسم
 امنگیں مرے دل میں دیدار کی ہیں خدایا! دکھا روئے تابانِ قاسم

نگہبان ہیں قاسمِ خلیلِ حزیں کے

خدائے جہاں ہے نگہبانِ قاسم

منقبت مرشد برحق

(برسوں کی مفارقت کے بعد حاضری پر عرض کی گئی، عرس قاسمی ۱۲۷۳ھ)

عمیاں حالتِ دل کروں توبہ توبہ
 ترے روبرو کچھ کہوں توبہ توبہ
 میں اس آستیاں سے پھروں توبہ توبہ
 کہیں اور سجدے کروں توبہ توبہ
 خودی سے گزر کر ترے سنگِ در پر
 کروں اور گر کر اٹھوں توبہ توبہ
 منور نہ ہو جو تری بندگی سے
 میں اس زندگی پر مروں توبہ توبہ
 تمھارا ہوں اور پھر سوائے تمھارے
 کسی اور کا ہو رہوں توبہ توبہ
 تمھاری عطاؤں کا پروردہ ہو کر
 کسی غیر کا منہ تنوں توبہ توبہ
 دل زاران کی تمنا کے ہوتے
 کسی آسے پر جیوں توبہ توبہ
 خلیل آدمی کو رہے خوفِ حق بھی
 نہ ظاہر مصفا، دروں، توبہ توبہ

جمال محمد میاں رضی اللہ عنہ

منقبت

حضور سیدی مرشدی السید الشاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ

آنکھوں میں ضو جمال محمد میاں کی ہے
 دل میں ضیا کمال محمد میاں کی ہے
 ملتی ہے اہل حق میں بڑی جستجو کے بعد
 جو بات حال و قال محمد میاں کی ہے
 آمین ربنا کا ملائک میں شور ہے
 وہ آبرو سوال محمد میاں کی ہے
 روشن دل و دماغ ہیں حب رسول سے
 تنویر یہ جمال محمد میاں کی ہے
 میرے حسن کو میری نگاہوں سے دیکھئے
 تصویر خد و خال محمد میاں کی ہے
 انوار کا نزول، غلاموں پہ کیوں نہ ہو
 تاریخ یہ وصال محمد میاں کی ہے
 اس آیتاں سے دولتِ ایماں ملی ہمیں
 تشریح یہ نوال محمد میاں کی ہے
 ہی خوش نصیب، جن کو ملا ہے یہ در خلیل
 کیا بات خوش خصال محمد میاں کی ہے

”چادر“

صبا دھوم کیسی یہ گھر گھر مچی ہے
یہ کیسی مسرت ہے کیسی خوشی ہے
یہ کس مرد حق ہیں سے ملنے چلی ہے
یہ کس کے لئے آج دہن بنی ہے
کہ چادر بڑے کرو فر سے اٹھی ہے

کہیں رضویوں کی در افتانیاں ہیں
کہیں نوریوں کی درختانیاں ہیں
کہیں قاسمیوں کی تابانیاں ہیں
غرض ہر طرف طرفہ سامانیاں ہیں
کہ عرس ابوالقاسم احمدی ہے

لگا کر حنائے گلستانِ قاسم
چڑھا کر منے جامِ عرفانِ قاسم
سنگھاتی ہوئی بوئے بستانِ قاسم
دکھاتی ہوئی رنگِ دامنِ قاسم

نسیم سحر مست ہو کر چلی ہے

سماں کیا ہے رحمت کا آ کر تو دیکھو
 نگاہِ بصیرت اٹھا کر تو دیکھو
 نزولِ ملائک کا منظر تو دیکھو
 ذرا شاہِ قاسم کی چادر تو دیکھو

چلو میں یہ کس کس کو لے کر بڑھی ہے

کبھی شکوۂ جور و بیداد کرنا
 کبھی حقِ تعالیٰ سے فریاد کرنا
 کبھی ذکرِ سرکارِ بغداد کرنا
 کبھی یا علی کہہ کے دل شاد کرنا

کبھی جوش میں نعرۂ یا نبی ہے

مئے جامِ وحدت پئیں اور پلائیں
 محبت کے نغمے سنیں اور سنائیں
 ارادت کی آنکھوں سے اس کو لگائیں
 چلو کچھ عقیدت کے موتی چڑھائیں

یہ چادر نہیں۔ حِلّۂ قاسمی ہے

زمیں پر پہنچنے لگے ماہِ پارے
 اترنے لگے آسماں سے ستارے
 درِ شاہِ قاسم پہ ہیں جمع سارے
 نقیبوں کا ہے شورِ غم ہوں کنارے

کہ رحمت یہاں بوندیاں بانٹتی ہے

کسی کی خوشامد نہ درکار ہوگی
وہ چشم الطاف سرکار ہوگی
گناہوں کی میرے خریدار ہوگی
یقین ہے کہ رحمت طرفدار ہوگی

کہ محشر میں حامی مرا شاہجی ہے

بہت ہو چکی شرم و غیرت کی خواری
بہت لے چکے لطف باد بہاری
بہت کر چکے جام و مینا سے یاری
مسلمانو! کبتک یہ غفلت شعاری

خدارا اٹھو اب سحر ہو چکی ہے

وہ کرتے ہی کیا رنج و غم کا مداوا
تمہیں لیڈروں نے تو اور مار ڈالا
نہ تہذیب یورپ نے تم کو ستوارا
مرے دوستو! یہ تو سوچو خدارا

مصیبت یہ کیوں تم پہ آ کے پڑی ہے

دکھا دو زمانے کو دینی حمیت
وگرنہ ہوا خون ناموس ملت
بڑھو آگے! زیر لوائے شریعت
کھلی ہے ابھی شاہراہ حقیقت

چلے آؤ رحمت ابھی بٹ رہی ہے

طواغیت کثرت کو ڈھاتی ہے چادر
جماعت کے معنی بتاتی ہے چادر
عزیزو! مسلمان بناتی ہے چادر
تمہیں راہ عرفاں دکھاتی ہے چادر

اسی راہ میں راحت سرمدی ہے

خود اپنے جنوں کا نظارا کریں گے
تماشائی بن کر تماشا کریں گے
خدا جانے کیا ہوگا کیا کریں گے
خلیل ایک دن قصد پورا کریں گے

مدینے چلیں گے۔ اگر زندگی ہے

owaisology



درِ شاہِ قاسم پہ آئی ہے گاگر

برموقعہ عرس شریف قاسمی ۱۳۶۸ھ

در شاہِ قاسم پہ آئی ہے گاگر
 پیامِ دل افروز لائی ہے گاگر
 سمن یا سمن میں بسائی ہے گاگر
 صبا جا کے طیبہ سے لائی ہے گاگر
 تو اک تحفہ مصطفائی ہے گاگر
 جواہرِ عقیدت کے اس پر لہاؤ
 اباطیلِ بدعت یہاں سے ہٹاؤ
 محبت سے لے کر بڑھو اور بڑھاؤ
 تقدس کے ساغر پیو اور پلاؤ
 کہ پروانہ پارسائی ہے گاگر
 مٹیں کلفتیں جس سے روح و بدن کی
 چھٹیں ظلمتیں جس سے رنج و محن کی
 گھٹائیں گھریں رحمتِ ذی المہن کی
 ہٹیں بدلیاں دم میں سارے فتن کی
 وہ فانوسِ مشکل کشائی ہے گاگر

گلے میں تحمل کے پھولوں کا زیور
 جنہیں پر تنعم کی کلیوں کا جھومر
 غرض ہے منور سر و سینہ و بر
 سرا سر معتبر سراپا معطر
 مجسمِ دلہن بن کے آئی ہے گاگر
 طریقہ بتاتی ہے نور و ہدیٰ کا
 دکھاتی ہے جلوہ یہ حلم و حیا کا
 ادب یہ سکھاتی ہے حق و وفا کا
 سبق دے رہی ہے یہ صدق و صفا کا
 اسی سے تو سر پر اٹھائی ہے گاگر
 تعلق اسے ہے دلیرانِ حق سے
 علاقہ یہ رکھتی ہے شیرانِ حق سے
 اسے رابطہ ہے شہیدانِ حق سے
 ہے نسبت اسے چونکہ یارانِ حق سے
 تو اک جلوۂ مرتضائی ہے گاگر
 بساتے رہے دل میں اربابِ الفت
 بچھاتے رہے آنکھیں باصدِ عقیدت
 ذرا دیکھئے تو بلندیِ قسمت
 اٹھاتے رہے ہیں جو اہلِ محبت
 تو ستھروں سے ستھروں میں آئی ہے گاگر

نہ شکوہ کسی کو رہا بے کلی کا
 گلہ ہے کسی کو نہ اب بیکی کا
 نہ کیوں مدح خواں ہو مرے شاہ جی کا
 کھلا غنچہ دل ہر اک قاسمی کا
 کچھ اس ناز سے مسکرائی ہے گاگر

مقدر کا یہ اوج اللہ اکبر
 ہوا جا رہا ہوں میں آپے سے باہر
 کہاں کے یہ جام اور کیسے یہ ساغر
 نگاہوں میں پھرتی ہے تصویر کوثر

نظر میں کچھ ایسی سمائی ہے گاگر
 کبھی ان کا روئے منور تکیں گے
 کبھی ان کے قدموں سے آنکھیں ملیں گے
 تڑپتے نہ فرقت میں یوں ہم رہیں گے
 مزا شربت دید کا بھی چکھیں گے

جو قاسم کی حق نے دکھائی ہے گاگر
 یہ وہ ہیں کہ روتے ہوؤں کو ہنائیں
 جو دینے پہ آئیں تو موتی لٹائیں
 عجب کیا کہ تیری بھی بگڑی بنائیں
 تجھے اصفیا دے رہے ہیں دعائیں

خلیل آج تو نے وہ گائی ہے گاگر

کیا میں سہرا کہدوں

قطعہ

چھائیں رحمت کی گھٹائیں میں وہ سہرا کہدوں
بدلیاں جھومتی آئیں میں وہ سہرا کہدوں

عرش تک نعتِ محمد کے ترانے گونجیں
حوریں فردوس میں گائیں میں وہ سہرا کہدوں

عطر میں ڈوبی ہوئی آئے نسیمِ سحری
پھول برسائیں ہوائیں میں وہ سہرا کہدوں

عندلیبانِ چمن بھی مترنم ہوں خلیل
قمریاں جھوم کے گائیں میں وہ سہرا کہدوں

جشن شادی راحت

۶۸ ۱۳

سہرا بر شادی مبارک سید حسن میاں صاحب مدظلہ
 اللہ غنی کیا خوب ہے یہ پاکیزہ طبیعت سہرے کی
 تحمید اللہ تجید بنی دیرینہ ہے عادت سہرے کی
 کہتی ہے عقیدت سے جھک کر یہ فرق ارادت سہرے کی
 اب آپ کے ہاتھوں عزت ہے یا شاہ رسالت سہرے کی
 ہیں پھول یہ سارے صف بستہ گاتے ہیں جو مدحت سہرے کی
 بیجا تو نہ ہوگا کہنا مجھے کچیں کو رعیت سہرے کی
 یہ زینت و زیب اور یہ تزیں، یہ ناز و ادا اور یہ تمکین
 برجستہ نکلتی ہے تحسین، اللہ رے نزہت سہرے کی
 گلزارِ مدینہ ہے مسکن، بغداد ہے ان پھولوں کا وطن
 پھر فضل الہی پر تو فگن، ہے اوج پہ قسمت سہرے کی
 ابھرا ہے گلستاں کا جو بن پھولا ہے محبت کا گلشن
 شرما بھی رہا ہے مشکِ ختن پھلی ہے جو نگہت سہرے کی

یہ لطف تبسمِ غنچوں کا یہ طرزِ تکلمِ کلیوں کا!
یہ غمزہ و عشوہ پھولوں کا ہے ساری کرامتِ سہرے کی

کس ناز و ادا سے اتر کر چمٹا ہے کلیجے سے جا کر
بندھتے ہی جبینِ نوشہ پر کیا کھل گئی قسمتِ سہرے کی

کچھ باد صبا اتراتی ہے اور جھومتی گاتی آتی ہے
فردوسِ بریں یاد آتی ہے دیکھی ہے جو رنگتِ سہرے کی

یہ بزمِ فلک کے سیارے یہ اختر و انجمِ مہ پارے
ٹوٹے ہیں عقیدت کے مارے کرنے کو زیارتِ سہرے کی

یہ ناز و نعم گو ناگوں ہو، یہ عیش و طرب دو نادوں ہو
اللہ کرے روزِ افزوں ہو یہ شوکت و رفعتِ سہرے کی

اے شاہِ مدینہ شاہِ زمن از بہرِ حسین از بہرِ حسن
شاداں رہیں دولہا اور دلہن دنِ دونی ہو عزتِ سہرے کی

اے طبعِ خلیل فیضِ رقمِ یہ جوشِ بیاں یہ زورِ قلم
کھائے گی تری شوخی کی قسم تا عمرِ لطافتِ سہرے کی

احمد میاں برکاتی سلمہ
 کی روزہ کشائی
 کے دعوت نامہ پر یہ شعر لکھا!

یا رب ہرا بھرا چمن آرزو رہے
 جب تک چمن میں گل رہے اور گل میں بو رہے

غزلِ لیلیات

نگاہِ شتمگراں

پیامِ مرگ ہوا نازِ دوستاں نہ ہوا
 کسی کی موت ہوئی غمزہِ بتاں نہ ہوا
 ضرور بزمِ تصور میں کوئی آتا ہے
 مگر مجھے تو تمہارا کبھی گمان نہ ہوا
 ہجومِ یاس نے رسوا کہاں کہاں نہ کیا
 مری امیدوں کا ماتم کہاں کہاں نہ ہوا
 تھا بادباں تو رہا ناخدا مرا دشمن
 جو ناخدا کو ترس آیا بادباں نہ ہوا
 نہیں عجب کہ دمِ واپس وہ آ پہنچے
 عجب تو یہ ہے کوئی امر ناگہاں نہ ہوا
 ہمارے اشک کی یہ مختصر کہانی ہے
 کہ دل سے آنکھ میں آیا مگر رواں نہ ہوا
 وہ میرے دستِ جنوں کی نقاہتیں توبہ
 کہ چاک تھا جو گریباں وہ دھجیاں نہ ہوا
 خلیل کہنے کو کیا کیا نہ تو ہوا لیکن
 ادا شناسِ نگاہِ شتمگراں نہ ہوا

جامِ محبت

آتے ہیں مجھے یاد پھر ایامِ محبت
وہ صبحِ محبت وہ مری شامِ محبت

دینا ہے تو دید و کوئی دشامِ محبت
دل ہو بھی چکا خوگرِ آلامِ محبت

اے دل یہ تری جرأتِ اقدامِ محبت
تو اور ہوسِ لذتِ دشامِ محبت

اٹھی ہیں کسی شاہدِ رعنائی نگاہیں
روشن ہیں جو دیوار و در و بامِ محبت

خود کعبہٴ عشاق بڑھے بہرِ زیارت
باندھے ہوئے نکلا ہوں میں احرامِ محبت

آسودہ محفل ہیں وہ سمجھیں گے بھلا کیا
کس طرح گزرتی ہے مری شامِ محبت

اے دوست محبت کی حقیقت بھی ہے کوئی
دیتے ہیں مجھے لوگ جو الزامِ محبت

اب پوچھ رہے ہو کہ یہ تھا کشتہٴ غم کون
باقی ہے کوئی اور بھی دشامِ محبت

آنکھوں میں نمی ہے تو یہ دل بہہ کے رہے گا
آغاز سے کھل جاتا ہے انجامِ محبت

اللہ مہوس کی نگاہوں سے بچائے
بغداد سے ملتا ہے مجھے جامِ محبت

تو کیا ہے خلیل، ان کا مگر یہ بھی کرم ہے
کہتے ہیں تجھے بندہٴ بے دامِ محبت

ترے بغیر

دل کا کنول بہار نہ لایا ترے بغیر
 آیا جو تیری یاد کا جھونکا ترے بغیر
 تاروں کی چھاؤں میں بھی نہیں ہے سکوں نصیب
 کتنی اداس ہے مری دنیا ترے بغیر
 وارفتگی نے بڑھ کے مجھے اور کھودیا
 آئی نہ اس کوئی تمنا ترے بغیر
 عہد شباب، بزمِ طرب، محفلِ نشاط
 بے کیف ہے یہ سارا تماشا ترے بغیر
 آہ و بکا کے ساتھ تبسم نہیں کوئی
 مہنگا پڑا نہ نزع کا سودا ترے بغیر
 دیوانگیِ خرد کے مقابل نہ آسکی
 یعنی جنوں کو ہوش نہ آیا ترے بغیر
 رہ جاتا ہے خلیلِ کلیجہِ موس کر
 چلتا ہے میکدہ میں جو مینا ترے بغیر

زاہدانہ ادائیں

بھلا دیں اگر تم نے میری وفائیں
تو پھر کون لے گا جفا کی بلائیں

سرِ عرش پہنچیں جو میری دعائیں
کہاں جائیں گی پھر تمہاری جفائیں

ادائیں پھر ان مہ و شوں کی ادائیں
کہ دل میں رہیں اور آنکھیں چرائیں

نہ ہو جائیں زیر و زبر یہ فضائیں
غضب ہے کہ آپ اور آنسو بہائیں

تصور میں بھی ہم سے دامن بچانا
یہاں بھی وہی زاہدانہ ادائیں

میں روؤں تو لڑیاں جھڑیں موتیوں کی
چمن نہں پڑیں وہ اگر مسکرائیں

دوبالا ہوا حسنِ غصہ سے ان کا
اگر میں نے بھولے سے لے لیں بلائیں

یہ توبہ کی نیرنگیاں اللہ اللہ
مگر توبہ توبہ وہ رنگیں خطائیں

عجب کیا کوئی ان کا پیغام لائے
بڑی خوشگوار آ رہی ہیں ہوائیں

بڑھ اے جذبہ دل منا لائیں ان کو
چل اے شوقِ پیہم انہیں گد گدائیں

شبِ غم کے ہیں سب یہ آثار یعنی
اتر نے لگیں آسماں سے بلائیں

خلیلِ آدمی کا گزر ہے وہاں بھی
جہاں عقل و وہم و گماں تھر تھرائیں

ہم ہی چلے جاتے ہیں

جو ہم غریبوں کو ناحق ستائے جاتے ہیں
خود اپنی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں

کچھ اس طرح سے خیالوں پہ چھائے جاتے ہیں
نظر سے دور ہیں دل میں سمائے جاتے ہیں

خدا کے واسطے کوئی انہیں بھی سمجھاتا
یہ چارہ ساز مری جان کھائے جاتے ہیں

خزاں بہار کے پردے میں آگئی سر پر
چمن میں غنچے مگر مسکرائے جاتے ہیں

یہ کس کے دل کو نشانہ بنایا جاتا ہے
یہ کس کے خون میں پیکاں بچھائے جاتے ہیں

یونہی بھڑکتا رہے گا جو شوقِ نظارہ
تو دل کے زخم ان آنکھوں میں آئے جاتے ہیں

کبھی نہ ساتھ دیا دلفریب دنیا نے
ہوسِ شعار مگر تلملائے جاتے ہیں

یہ چارہ سازوں میں سرگوشیاں ہوئیں کیسی
یہ کیونچہ ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں

جو ہم نہ ہوں گے تو ہوگی نہ ہاؤ ہو یہ خلیل
ہمارے دم کی سب ہائے ہائے جاتے ہیں



دل کی لگی

اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں
ان سے نظریں ملا کے پیتا ہوں

یار سے لو لگا کے پیتا ہوں
آگ دل کی بجھا کے پیتا ہوں

رحمتِ عام مژدہ دیتی ہے
مختب کو جتا کے پیتا ہوں

بے خودی پردہ دار ہوتی ہے
ماسوا کو بھلا کے پیتا ہوں

وہ جو ایسے میں یاد آتے ہیں
چار آنسو بہا کے پیتا ہوں

کوثر و سلسبیل کے غم میں
صحنِ مسجد میں جا کے پیتا ہوں

زندگی کو سنوار نے کیلئے
اپنی ہستی مٹا کے پیتا ہوں

اللہ اللہ کمالِ مے نوشی
آنکھوں آنکھوں میں لاکے پیتا ہوں

صدقہ دیتا ہوں پارِ سائی کا
تھوڑی سی مے گرا کے پیتا ہوں

مجھ کو احباب دیں نہ کچھ الزام
”شیخ جی“ کو دکھا کے پیتا ہوں

ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیل
گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

غم بے بدل

عرسِ نوری ۲۷؎ ۱۳۱۷ھ مارہرہ شریف

کبھی سر کو دھن رہا ہوں کبھی ہاتھ مل رہا ہوں
 دل مضطرب بتا دے کہ میں کیوں مچل رہا ہوں
 میں تمہیں پتا بتا دوں جو تمہیں بھی یاد آئے
 میں تمہاری زندگی کا کبھی ماحصل رہا ہوں
 کبھی پھول بھی چنے تھے اسی زندگی کی خاطر
 اسی زندگی کی خاطر میں انہیں مسل رہا ہوں
 میں جو غم میں جل رہا تھا تو سکوں کی جستجو تھی
 جو سکوں ذرا ملا ہے تو سکوں میں جل رہا ہوں
 مجھے ان کے وار سہنے انہیں مجھ پہ وار کرنے
 وہ ادھر سنبھل رہے ہیں میں ادھر سنبھل رہا ہوں
 مری بے خودی نے بخشا وہ سرورِ زندگی کا
 کہ میں موت کے سہارے تری راہ چل رہا ہوں
 نہ مجھے خلیلِ شکوہ نہ کوئی گلہ کسی سے
 کہ میں اپنی زندگی کا غم بے بدل رہا ہوں

شمعِ اُمید

آنکھ میری جو ڈبڈباتی ہے
آبرو ضبطِ غم کی جاتی ہے

اک میحا کی بات جاتی ہے
یعنی پھر موت مسکراتی ہے

یوں نہ آؤ نقاب ڈالے ہوئے
آرزو اور تلملاتی ہے

زندگی بھی حبابِ آسا سہی
فکر فردا بھی کھائے جاتی ہے

غنجہ و گل کی تاک میں ہے خزاں
شورِ ببلِ عبث مچاتی ہے

ہے عدم بھی وجود کی تمہید
جان جاتی ہے موت آتی ہے

بو الہوس دشت سے نکل جائیں
میری وحشت قدم بڑھاتی ہے

میرے مالک لگا دے ساحل سے
کشتی عمر ڈگمگاتی ہے

کوئی ہمدم نہیں شبِ غم کا
شمعِ امید ٹٹمٹاتی ہے

ہے سراپا فریب گو دنیا
دل مگر کس قدر لبھاتی ہے

پھول برسانہ یوں سخن کے خلیل
غنجہ و گل کو شرم آتی ہے

آتشِ شوق

آج جو ناز سے اٹھلاتی ہوئی آتی ہے
ہو نہ ہو یار کا پیغام صبا لاتی ہے

ماند پڑ جاتی ہے تصویر مہ و انجم کی
ان کی تصویر جب آنکھوں میں سما جاتی ہے

آپ آتے ہیں جو بالیں پہ نقاب افگندہ
اس کے معنی ہیں کہ در پردہ قضا آتی ہے

چھین تو لیتی ہے دل ابر بہاری کی ادا
آپ کی یاد مگر اور بھی تڑپاتی ہے

مختصر داستان مجھ تلخ نوا کی یہ ہے
میری ہستی بھی مرے حال پہ جھنجھلاتی ہے

دل کی تسکین تو ہو جاتی ہے روتے روتے
آتش شوق مگر اور بھڑک جاتی ہے

کتنا تازیک ہے پہلو شب تنہائی کا
ان کے ہوتے بھی طبیعت مری گھبراتی ہے

یہ تو سمجھاؤ کہ کیا دیکھنے والے سمجھیں
ذکر ہوتا ہے مرا تم کو حیا آتی ہے

آگ لگ جاتی ہے دامنِ تحمل میں خلیل
عشق کے نام سے دنیا مری تھراتی ہے



جستجو

نگہت نہ تیری زلف کی گر چار سو گئی
 کس دُن میں پھر نسیم سحر کو بہ کو گئی
 پوچھا نہ تم نے حال دل بے قرار کا
 حسرت بھی اٹھ کے بزم سے شرمندہ رو گئی
 وابستہ میرے دم سے یہ سب ہائے وائے ہے
 اٹھا جو میں تو دیکھنا سب ہاؤ ہو گئی
 اے اشک تجھ سے بھی نہ ہوا دل کا کچھ علاج
 آنکھوں سے گر کے اور تری آبرو گئی
 اللہ رے بے خودی محبت کہ بارہا
 خود میری جستجو میں مری جستجو گئی
 نظاروں میں وہ لطف میسر نہیں رہا
 شاید کہ دلفریبی ہر رنگ و بو گئی
 ساقی نے میرے نام پہ تشکیل بزم کی
 میخانے میری روح جو بہر وضو گئی
 آنا تھے اور نہ آیا ہمیں چین عمر بھر
 جانی تھی اور نہ ہم سے محبت کی خو گئی
 سنتے ہیں مے سے توبہ کئے بیٹھے ہیں خلیل
 اب میکدہ سے لذت جام و سبو گئی

رازِ زندگی

ہر نفس کو ہم پیغامِ آخری سمجھا کئے
 زندگی کو مایہ بے مانگی سمجھا کئے
 آسرا جینے کا تم کو جیتے جی سمجھا کئے
 جان دینے کو ہمیشہ زندگی سمجھا کئے
 دل کی بربادی کو ہم دل کی خوشی سمجھا کئے
 عمر بھر بس موت ہی کو زندگی سمجھا کئے
 الوداع اے عشرتِ فانی کہ آنکھیں کھل گئیں
 ہم فریبِ زندگی کو زندگی سمجھا کئے
 آج عرضِ حال پر میرے توجہ خاص تھی
 گفتنی سنتے رہے ناگفتنی سمجھا کئے
 بے خودی کہتے ہیں جس کو موت ہے احساس کی
 موت کے احساس کو ہم بے خودی سمجھا کئے
 عشق میں کھوئے تو پہچانی حقیقتِ حسن کی
 اور دیوانے اسے دیوانگی سمجھا کئے
 کیا بتاؤں کیسی گزری بزمِ حسنِ یار میں
 میری سب سنتے رہے اور یار کی سمجھا کئے
 نفس کی ناکامیوں میں کامرانی ہے خلیل
 زندگی کا راز اہل دل ہی سمجھا کئے

آرزوئے دید

یا تو یہ ہو کہ تاب رہے دید کی مجھے
یا یہ کہ چشمِ لطف سے دیکھے کوئی مجھے

یارب عطا ہو ایسا سکون دلی مجھے
غم کا ہو کوئی غم نہ خوشی کی خوشی مجھے

شاید کہ اس آگئی کوئی خوشی مجھے
میں زندگی کو روتا ہوں اور زندگی مجھے

ٹے ہو رہا ہے قصہ طو لائی حیات
اب تو نہ دے فریب، غمِ زندگی مجھے

میلِ میل کے رو رہے ہیں جو تاب و توانِ دل
اے آرزوئے دید کہاں لے پٹی مجھے

غزبت کی راہ میں جو بڑھایا کبھی قدم
کچھ دور روتی آئی مری بیکی مجھے

کیا کیا نہ گل کھلائے غم روزگار نے
تم ہی بتاؤ تم نے بھی پوچھا کبھی مجھے

سب کچھ بھلا دیا ستم روزگار نے
بھر بھی تمہاری یاد ستاتی رہی مجھے

owaisology

رکھتا جو جسم زار پہ دو چار دھجیاں
دستِ جنوں نے اتنی بھی مہلت نہ دی مجھے

غزبت میں اب تو عیش بھی بھاتا نہیں خلیل
ہائے وطن کی یاد کہاں آگئی مجھے



شعلہٴ عشق

میرے بندہٴ عشق کی ادنیٰ سی یہ تاثیر ہے
یاس ہے پہلو میں لیکن شوق دامنگیر ہے

تجھ کو کس سے شکوہ ناکامی تدبیر ہے
خود ترے ہاتھوں میں غافل خامہٴ تقدیر ہے

مایہٴ جمیعت دل ہے پریشاں خاطری
میں اسیرِ زلف ہوں بہشتِ میری جاگیر ہے

زیست کیا ہے؟ اک لاسم کائناتِ رنگ و بو
موت کیا ہے؟ اس ظالم خواب کی تعبیر ہے

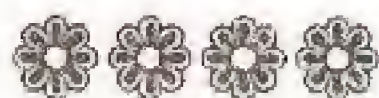
ہر مصیبت میں ہے مضرِ راحت و آرام بھی
ہاتھ میں دامنِ شب کی صبح کی تنویر ہے

ہوش میں ہوتا تو کچھ راز حقیقت کھولتا
اے سرورِ بے خودی یہ سب تری تقصیر ہے

میں ادھر مشاطہ تدبیر سے مصروف ہوں
اُس طرف حیرت زدہ آئینہ تقدیر ہے

ہو نہ ہو بھڑکا ہے دل میں آج شعلہ عشق کا
ورنہ کیوں ان آنسوؤں میں آگ کی تاثیر ہے

کاٹنے اس دور کو گوشہ نشین بن کر خلیل
شورشیں برپا ہیں ہو سو، شورِ دار و گیر ہے



عشق بے اختیار

ہچکیوں کا شمار ہے یعنی
آپ کا انتظار ہے یعنی

فتنہ برپا ہے آج عالم میں
دل بہت بے قرار ہے یعنی

آنکھ اٹھتی نہیں ہے محشر میں
فتنہ گر شرمسار ہے یعنی

کس قدر سوگوار ہے دنیا
زیت بھی ایک بار ہے یعنی

مستی چشم یار ارے توبہ
شام ہی سے خمار ہے یعنی

وہ بلانے سے بھی نہیں آتے
حسن باختیار ہے یعنی

وہ پہر ڈھل گئے مسرت کے
ختم صبح بہار ہے یعنی

دل دھڑکتا ہے بلیوں میرا
ان کے دل کی پکار ہے یعنی

سارے جلوے ہیں حسن کامل کے
عشق بے اختیار ہے یعنی

کس نے دل کا قرار لوٹ لیا
کیوں سکوں ناگوار ہے یعنی

پوچھنا کیا خلیل مضطر کا
ایک تازہ شکار ہے یعنی

دلِ خلیل

جب عشق کا سودا مول لیا احباب سے رشتہ ٹوٹ گیا
وہ دل کی تمنا خاک ہوئی، وہ دامنِ عشرت ٹوٹ گیا
دل بھی تو خلیلِ خستہ کا شیشے سے زیادہ نازک تھا
صدے جو پڑے تو مول گیا، نظروں سے گرا تو پھوٹ گیا

شوردارِ گیر

انقلابِ دہر کی تصویر کیا؟
خواب کیا ہے؟ خواب کی تعبیر کیا؟
زندگی شوریڈگی کا نام ہے
پھر مالِ شورِ دار و گیر کیا؟

وفا و خطا

دو چار خطاؤں کو خاطر میں نہ لانا تھا
اور میری وفاؤں کو دل سے نہ بھلانا تھا
تم اپنی نگاہوں سے بجلی ہی گرا دیتے
مجھکو تو نہ نظروں سے اس طرح گرانا تھا

عشق

بیتاب ہے دل بے چین جگر اور منہ کو کلیجا آتا ہے
 ماحول پہ وحشت طاری ہے جی آج مرا گھبراتا ہے
 کیا یہ بھی کوئی بیماری ہے یا عشق اسی کو کہتے ہیں
 تسکین جو کوئی دیتا ہے دل اور بھی بیٹھا جاتا ہے

الوداع

(حالات سے متاثر ہو کر)

ہر لمحہ سکونِ دل ہو جہاں اک ایسی منزل ڈھونڈینگے
 طوفاں نہ جہاں پر کوئی اٹھے ہم ایسا ساحل ڈھونڈینگے
 برتا ہے غلیلِ اپنوں کو بہت اب غیروں کو اپنائینگے
 جس بزم میں سب بیگانے ہوں ہم ایسی محفل ڈھونڈینگے

(۱۵/ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۲/ اکتوبر ۱۹۸۴ء بروز پنجشنبہ)